

۱۲۱

سید لؤلؤ

حصہ دوم

تصنیف لطیف

مجدد مسک اہل سنت

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اویار
اوکاڑوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ لاہور
اردو بازار



سِفِیْرُ لَوْحِ

حصہ دوم

تصنیف لطیف

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اوجڑوی علیہ الرحمۃ

ناشر:

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق پسران خطیب پاکستان محفوظ ہیں

نام کتاب _____ سَفِينَةُ نُوحٍ - دوم

مصنف _____ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکار ٹی

تعداد اشاعت _____ دو ہزار

تاریخ اشاعت _____ جنوری ۱۹۸۸

قیمت _____ ۱۵ روپے

قیمت مجلد خاص _____ روپے

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
اردو بازار
فون: ۶۳۲۶۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا سُوْرَةُ اَحْزَابٍ ۳۳

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر نا پاکی
دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت



انکی پاکی کا خدا نے پاک کرتا ہے بیان
ایہ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت





انتساب

اپنے والد گرامی
حضرت الحاج میاں جی شیخ کرم الہی نقشبندی علیہ الرحمۃ
اور

اپنی والدہ محترمہ
حضرت بے بے جی مدظلہا

کے نام
جن کی تربیت اور دعاؤں کے فیضان نے مجھے یہ
سعادت بخشی۔

محتاج دعا!
محمد شفیع اوکاڑی غفرلہ

پیش لفظ

میرے ابا جان قبیلہ 'مجدد مسک اہل سنت' خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری کی ساری زندگی تبلیغ و توسیع دین اور فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ یہ یقیناً ان پر خالق حقیقی کا خاص کرم اور محبوب رب العالمین ختم المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی خاص رحمت و عنایت تھی اور بزرگان دین کا فیضان تھا کہ وہ بے باکانہ صدائے حق بلند کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی پچپن سالہ مختصر ظاہری زندگی میں صدقات جاریہ کے اتنے بہت سے کام کیے کہ ایک مثال ہیں۔ اہل ایمان کے نزدیک فخر و انبساط کی مثال۔ تقریر کے ساتھ تحریر کے میدان میں بھی انہوں نے گراں قدر یادگاریں باقی چھوڑی ہیں جو مدتوں اصلاح عقائد و اعمال کا فریضہ انجام دیتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

کتاب سفینۃ نوح کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ حصہ اول میں حضرت مولائے کائنات امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ تھا۔ اس دوسرے حصے میں تین باب ہیں۔ پہلے باب میں اُم السادات 'مخدومۃ کائنات'، 'ذخیرہ مصطفیٰ'، 'بانوی مرتضیٰ'، 'سردارِ خواتین جہاں و جہاں حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل و حالات ہیں۔ دوسرے باب میں مادرِ مومنات، 'بانوی رحمت' دو جہاں حضرت عتیقہ بنت عتیق، صدیقہ بنت صدیق، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے اور تیسرے باب میں خواتین اسلام کے بارے میں کتاب و سنت کے احکام مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کے تمام مندرجات صحت کے التزام اور تصدیق و تحقیق کے بعد نقل کیے گئے ہیں اور ان کے ماخذ کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔ اس گزارش کے باوجود اہل علم و دانش سے عرض ہے کہ وہ کتابت با عبارت کی اغلاط

سے آگاہ فرمائیں یہ فقیر ان کا شکر گزار ہوگا۔

مسلم خواتین کے لیے بالخصوص دختر ختمی مرتبت حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نامی اور ان کی ذاتِ گرامی مرکزِ مہر و محبت اور محورِ عقیدتِ ارادت ہے کیوں کہ یہ ہمارا ایمانی تقاضا ہے ہر چند کہ یہ محبت ذریعہ نجات اور کفارہٴ سیئات ہے لیکن کسی دانائی راز کے بقول محبت ایک پوسے اور اظہارِ پانی کے مترادف ہے۔ پوسے کی نشوونما مسلسل آبِ یاری سے ہوتی ہے وہ کتنا تن آور درخت کیوں نہ ہو جائے، پانی کی احتیاج ختم نہیں ہوتی۔ خانوادہٴ رسولِ مقبول کی محبت کے لیے اظہار بھی ہونا چاہیے۔ تقاضائی محبت کی تکمیل نہ ہو تو محبت محض ایک دعویٰ خام رہ جاتی ہے اور میرے نزدیک مسلسل اظہار یہ ہے کہ ہر لمحے ان کی یاد رہے اور کچھ اس طرح رہے کہ ان کی پیروی کی جستجو میں کمال حاصل کیا جائے۔ اظہار یہی نہیں کہ صرف ان کا دن منا لیا جائے۔ ان کا نام آنے پر سروں کو ڈھانک لیا جائے۔

کیا عجب ہے کہ ہماری بیشتر خواتین اذانِ سن کر ڈوٹے اوڑھ لیتی ہیں مگر نماز نہیں پڑھتیں جب کہ حضرت سیدہ نے کبھی نماز قضا نہیں کی تھی۔ یہ ان کی تربیت ہی کا فیضان تھا کہ ان کے فرزند کا سر جسم سے جدا ہو کر بھی نیزے کی نوک پر قرآن پڑھتا رہا، یہ ایک خاتون کی تلاوتِ قرآن کا اعجاز تھا جس نے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی تقدیر بدل دی تھی۔

کچھ مدت ہوئی، ایک دوست نے مجھے ایک مپفلٹ ”بی بی سیدہ کی کہانی“ مجھے بھجوایا اس سوال کے ساتھ کہ خواتین اسلام اس مپفلٹ کو سننے سنانے کی منت مانتی ہیں اور تقریباً سبھی کی منت پوری ہوتی ہے لیکن جو واقعات اس مپفلٹ میں ہیں ان کی صحت و صداقت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کیجئے۔ میں نے وہ مپفلٹ پڑھا اس میں بطور کہانی جو واقعات لکھے گئے ہیں وہ اس سے قبل کہیں سننے پڑھے نہیں تھے۔ تذکرے تلاش کیے مگر کہیں یہ واقعات نہیں ملے۔ ان واقعات پر غور کیا تو یہ ظاہر وہ کہانی ہی تھی۔ کس نے لکھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ منت کا



پورا ہو جانا تعجب خیز نہیں کیوں کہ منت کے پورے ہونے کا انحصار کہانی سننے سنانے پر نہیں بلکہ حضرت سیدہ کی تربیت اور نسبت پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبوب ہستی ہیں۔

خواتین اسلام کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ اس کہانی کو سننے اور سنانے کی بجائے حضرت سیدہ کے صحیح فضائل و حالات سنا کریں اور سنایا کریں تاکہ ان میں نیکی بھلائی، ترغیب و تحریک کا ذوق و شوق پیدا ہو اور وہ سیدہ کی پیروی اختیار کریں ہاں ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ و نیاز، صوم و صلوٰۃ، عمرہ و حج وغیرہ محبت و اخلاص سے کریں لیکن ان کی پیروی مقدم ہے۔ اسے لازم کر لیں۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورت کی ذلت کو عزت سے بدل دیا۔ اسلام سے کامل وابستگی ہی میں مسلم خواتین کی عزت اور وقار ہے ورنہ مغربی تہذیب نے عورت کو اشتہار اور عریاں کر کے اس کی منزلت کو ختم کیا ہے۔

آبا جان قبلہ نے ”مسلمان خاتون“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے خواتین اسلام کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنا چاہیے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ اس ایڈیشن میں کچھ اضافے بھی ہیں۔ پہلے کی نسبت اس کی ترمیم و آرائش اور خطاطی بھی عمدہ ہے۔ اسے آپ تک بہ تمام و کمال پہنچانے کا اہتمام مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور نے کیا۔

اس کتاب کے مطالعے سے یقیناً روح کی تسکین اور قلب کے اطمینان کا سامان ہوگا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ میرے والد گرامی قدس سرہ السامی کی خدمات قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

طالب دعا!

کوکب نورانی را احمد شفیع

مجدد مسلک اہل سنت خطیب پاکستان

اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی۔ دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر و تقوال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

❊ اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔

❊ ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آنے کراچی کی سب سے بڑی مرکزی مین مسجد (پولٹن مارکیٹ) کے خطیب (امام مقرر ہوئے اور ہمہ جاں، تادم آخر شب روز دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

❊ مین مسجد کی امامت و خطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عید گاہ میدان اور سوادو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد چولی سینما میں بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نماز جمعہ پڑھتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں بالترتیب تفسیر قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً ۲۹ برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔

❊ اس دوران ۱۹۶۳ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق جس کے اسپچیرمین بھی تھے ایک مینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمد للہ وہاں سے متعدد طلبہ علوم دینیہ حاصل کر کے چار سمت تبلیغ دین و مسلک کر رہے ہیں۔

❊ ۱۹۶۲ء میں ڈولی کھاتہ گلستان شفیق اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا، مولانا نے تعمیر مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی، ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی و سربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد گلزار حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب زیر تعمیر ہے۔ اسی مسجد پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ مرجع خلائق ہے۔

❊ مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد، حسن بیان، خوش الحانی اور شان خطابت نہایت منفرد اور ہر دلنیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہ محرم کی شب عاشورہ میں ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب جاں کو آسودہ نہ کیا ہو۔

❊ دین و مسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے شرق و وسط، فلج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقہ، مارشس اور دوسرے کی غیر ملکی دورے کیے صرف جنوبی افریقہ میں ۱۹۸۸ء تک مولانا کی تقاریر کے ساتھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے ممالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اب مولانا کی تقاریر کی ڈیو کیسٹس بھی پھیل ہی ہیں۔

❊ مولانا اوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق، نقی بصیرت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی متعدد تصانیف ہیں جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکر جمیل، ذکر حسین (دو حصے)، راہ حق، درس توحید، شام کربلا، راہ عقیدت، امام پاک اور یزید پلید، برکات میلاد شریف، ثواب العبادات، نماز مترجم، سفینہ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوار رسالت، مسئلہ طلاق ثلاثہ، نغمہ حبیب، مسئلہ سیاہ جناب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، اخلاق و اعمال (نثری تقاریر)، تعارف علمائے دیوبند، میلاد شفیق، جہاد و قتال، آئینہ حقیقت، نجوم الہدایت، مسئلہ بیس تراویح، مقالات اوکاڑوی اور متعدد دنوں وغیرہ پر شائع رسائل وغیرہ۔

نام :- مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی
ولادت :- حاجی شیخ کرم الہی مرحوم و مغفور جو پنجاب کی معزز شیخ تاجر برداری سے تعلق رکھتے تھے۔

سن ولادت :- ۱۹۲۹ء۔ کیم کرن - مشرقی پنجاب (بھارت) متعلم :- اسکول میں بدل تک اور دینی تعلیم۔ درس نظامی مکمل و دورہ حدیث و تفسیر بیعت و ارادت :- شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ برادر خورد شیر تابی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ نے حاجی میاں کرم الہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اور ان کے فضل و کمال کی بشارت پہلے ہی سے دی تھی۔ آپ کے والدین نے بھی آپ کی ولادت سے قبل مبارک خواب دیکھے اور بیان کیے۔

حالات و خدمات :- اپنے پیر و مرشد حضرت ثانی صاحب شرق پوری اور علمائے اہل سنت کے ساتھ زمانہ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور تقسیم ہند تک سرگرم عمل رہے۔

❊ ۱۹۳۷ء میں ہجرت کر کے اوکاڑا آئے اور جامعہ حنفیہ شرق المدارس قائم کیا جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔

❊ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا کے شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اشرفی اوکاڑوی اور مدبر عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کے شیخ الحدیث و التفسیر غزالی دوران حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاشمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درس نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔
❊ جامع مسجد مہاجرین منٹگری (ساہیوال) میں نماز جمعہ کی خطابت شروع کی۔ اس دوران پر لہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلم رہے۔

❊ ۱۹۵۲-۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں محض سید عالم ختمی مرتبت حضور صلی علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے بھرپور حصہ لیا۔ ضلع منٹگری (ساہیوال) اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے، حکومت نے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دو فرزند تنویر احمد اور منیر احمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھر پر حالات پریشان کن تھے۔ کچھ باقر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے جیل کسٹریشن کی ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص الگ بلا کر کہا کہ پتھل کی قات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں میرے پاس آپ کے لیے بیست سی سفارشیں ہیں، آپ معافی نامے پر دستخط کریں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ مولانا نے جواباً کہا کہ میں نے عزت و ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نبی ہیں۔ لہذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پائیے ہو گئے میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا۔

پاکستان کے نگران اعلیٰ اور وزیر سٹی گرانٹس کمیشن کے رکن مقرر ہوئے۔
 ● حضرت مولانا قومی سیرت کمیٹی کے بنیادی رکن رہے۔
 ● اتحاد بین المسلمین کے لیے ملک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں
 قومی دفاعی فتنہ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے
 سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔
 ● سولہ مرتبہ فریج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔
 ● ۱۹۷۳ء میں پہلی مرتبہ قاضی قلم کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور
 تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شریعت
 چہار سمت میں خدماتے حق بلند کرتے رہے۔

● حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے
 دس روزہ مجالس خرم اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس جلسہ
 کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔

● تین ہزار سے زائد افراد مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر
 مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔
 ● حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد شاخ
 سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں
 دنیا بھر میں موجود ہیں۔

● حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقہ میں انجمن اہل سنت و جماعت قائم کی۔
 ● پاکستان میں سنی تبلیغی مشن ۱۰ انجمن مجاہدین صحابہ و اہل بیت، تعلیم
 ائمہ و خطباء مساجد اہلسنت اور متعدد ادارے قائم کیے۔

● چالیس برس میں حضرت خطیب پاکستان نے اٹھارہ ہزار سے
 زائد اجتماعات سے سیکڑوں موضوعات پر خطاب کیا جو اب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔
 ● ۱۹۷۵ء میں دوران سفر، دوسری مرتبہ دل کا دورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی
 آئے اور تقریباً چھ مہینے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔

● ۱۹۸۲ء میں آخری بیرون ملک سفر تجارت کے لیے کیا اپنے دوسرے
 میں سببی، امیر دہلی اور بریلی شہین گئے۔

● مارچ ۱۹۸۲ء میں شرق پور شہین گئے اور اپنے پیرو مشد کی درگاہ
 پر حاضری دی جو وہاں ان کی آخری حاضری ثابت ہوئی۔

● ۲۰ اپریل ۱۹۸۳ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزار حبیب میں
 نماز جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دورہ
 پڑا اور قومی ادارہ برائے امراض قلب میں داخل ہوئے۔ تین دن بعد
 ۲۱ شبہ ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۳ اپریل ۱۹۸۳ء کی صبح
 ۵۵ برس کی عمر میں اذان فجر کے بعد باؤز بلند درود و سلام پڑھتے ہوئے
 خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

● ۲۵ اپریل کو نیشنل پارک کراچی میں علامہ سید احمد سعید کاظمی
 کی امامت میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیب پاکستان
 کی نماز جنازہ ادا کی۔ اور پانچ کھل والے تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے اس عاشق صادق کو کمالِ محبت و احترام سے رخصت کیا۔

اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گلزار حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

(ہجری) ۱۴۰۴

● ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڑا مارکٹ میں ایک سادہ شیش
 کے تحت اختلاف عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعقب کا شمار ہو کر دورانِ عمر
 مولانا اوکاڑوی پر پھریں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ
 کی گردن کندھے سے اور پشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے
 ہول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے
 کہا "مجھے کسی سے کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے
 تو صرف یہ کہ میں دین اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سید عالم محسن انسانیت
 حضور رحمت و جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں جسی سے
 بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں میرا خون
 ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے میں
 حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب
 ہو وہ کریں تاکہ ایسی کارروائیاں آئندہ نہ ہوں۔ مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی
 وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک گواہ کی حیثیت سے
 اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جاں بڑھنا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی
 روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ ان ہی دنوں جاری ہوا جس کی بڑی سخی مولانا پر
 قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیر علاج رہے اور
 ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ
 حملے کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج ہوا۔

● ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے
 ملک میں جوش و جذبہ جہاد کے لیے ملت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں
 ہزاروں روپے دیے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں روپے کا
 سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا جمع کیا اور ہزاروں
 روپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے
 اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کمپوں وغیرہ میں بدست خود سامان تقسیم کیا۔

● آزاد کشمیر کے بامیں مقامات اور سیالکوٹ، چھب، جوڑیاں
 لاہور، واگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت
 اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر دو لاکھ تقریریں
 حضرت مولانا اوکاڑوی مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے بانی تھے۔
 ● ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب
 سے بڑے حلقے سے مولانا نے انتخاب میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے
 رکن منتخب ہوئے۔

● قیام پاکستان سے تا دمِ آخر مولانا ایک مخلص اور محنت دہن پاکستانی
 اور سچے سچے مسلمان ہونے کا بھر پور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی
 شخصیت ملک بھر میں بالخصوص اور دنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور
 مقبول و ممتاز رہی۔

● حضرت مولانا محترم تحسین کی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 قائلہ سالار تھے۔ آج اس تحریک کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس میں
 ان کی خدمات اور مسابقتی بنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔

● صدر مملکت جنرل محمد ضیا الحق کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے
 معزز رکن نامزد ہوئے اور قوانین اسلامی کے ترتیب و تشکیل اور تنفیذ
 کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ علاوہ ازیں وزارت امور مذہبی کی قائم
 کمیٹیوں کے رکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۳	جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱
۱۴	ولادت	۲
۱۵	بچپن شریف	۳
۱۵	والدہ کا انتقال	۴
۱۵	نکاح	۵
۱۶	فضائل	۶
۱۸	کون افضل ہے	۷
۲۵	زہد و تقویٰ	۸
۲۶	نفس کے ساتھ جہاد	۹
۲۹	فقر و فاقہ	۱۰
۳۷	شرم و حیا	۱۱
۳۹	پردہ کیوں ضروری ہے۔	۱۲
۴۵	صبر و رضا	۱۳
۴۵	صبر کا اجر دنیا میں	۱۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴۶	صبر کا اجر آخرت میں	۱۵
۴۷	صابرین کی تعریف	۱۶
۴۸	صبر کی تعریف	۱۷
۵۰	وفات شریف	۱۸
۵۵	تجہیز و تکفین	۱۹
۵۶	نماز جنازہ کس نے پڑھائی	۲۰
۵۸	مسئلہ فدک	۲۱
۶۲	وراثت انبیاء	۲۲
۶۳	اہل سنت کی کتب سے	۲۳
۶۵	اعتراضات و جوابات	۲۴
۷۱	فضائل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵
۷۹	فضائل و مناقب	۲۶
۸۶	علم و فضل	۲۷
۸۹	عبادت اور سخاوت	۲۸
۹۲	مسلمان خاتون سے	۲۹
۹۵	مسلمان عورت کے لیے دعوتِ فکر	۳۰
۹۷	شریف مردوں اور عورتوں کے اوصاف	۳۱
۹۸	ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۲



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

جگر گوشہ رسول ﷺ

آپ کا نام نامی اسم گرامی ہے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور القاب سیدہ زہرا، بتول، طاہرہ و زاکیہ، راضیہ و مرضیہ، عابدہ و زاہدہ ہیں۔

فاطمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سميت ابنتي فاطمة
لان الله فطمها ومجبتها عن النار
(کنز العمال صفحہ ۲۱۹ صواعق محرقة صفحہ ۱۵۱)

کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے محبوبوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان فاطمة احصنت فرجها
فحرم الله ذريتها على النار
فرمادیا ہے۔ (المتدرک حاکم صفحہ ۱۵۲)

کہ بے شک فاطمہ پاک امن بے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام

زہرا

کلی نہایت خوبصورت۔ اللہ و تبارک تعالیٰ نے آپ کو بہت ہی زیادہ حسن و جمال

عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

كَانَتْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ
 کہ سیدہ چودھویں رات کے چاند
 کی طرح حسین و جمیل تھیں۔
 (استدرک حاکم صفحہ ۱۶۱)

بتول

دُنیا سے بے تعلق چونکہ آپ کی توجہ دُنیا اور اس کے عیش و عشرت کی طرف نہیں بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہی ہے اس لئے آپ کو بتول کہتے ہیں۔

طاہرہ و زاکیہ

پاک صاف چونکہ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اور فیضان صحبت سے آپ کے باطن کا تزکیہ اور آپ کو طاہری و باطنی طہارت پاکیزگی حاصل ہو چکی تھی اس لئے آپ طاہرہ و زاکیہ کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

راضیہ و مرضیہ

چونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتی تھیں اس لئے آپ کو راضیہ و مرضیہ کہتے ہیں۔

عابدہ و زاہدہ

آپ کی ساری زندگی زہد و عبادت میں گزری، جیسا کہ آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے اس لئے آپ کو زاہدہ و عابدہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

ولادت

آپ کی ولادت نبوت کے پہلے سال ہوئی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی عمر شریف اس وقت اکتالیس سال کی تھی، باقی تمام اولاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از دعوائے نبوت ہوئی۔ چونکہ آپ کی ولادت زمانہ نبوت کے انوار و تجلیات میں ہوئی اس لئے آپ کا مرتبہ بناتِ رسول میں سب سے زیادہ ہے۔

بچپن شریف

آپ کا بچپن شریف اور زندگی کا ہر لمحہ نہایت پاکیزہ تھا اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جب کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی انغوش رحمت آپ کی تربیت گاہ تھی اور آپ دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ الکبریٰ کی زبان پاک سے پاکیزہ اقوال اور خدا شناسی کے تذکرے سنتیں اور ان کے مقدس افعال و اعمال کا مشاہدہ کرتیں

والدہ کا انتقال

آپ کی عمر شریف ابھی نو برس ہی کی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی بہترین تربیت فرما کر انتقال فرما گئیں، ان کی وفات کا صدمہ سب سے زیادہ آپ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

نکاح

جب آپ کی عمر شریف تقریباً ساڑھے پندرہ برس کی ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہایت سادگی کے ساتھ کر دیا۔ حضرت علی کی عمر اس وقت چوبیس سال کے قریب تھی۔ نکاح کے بعد آپ نے پانی دم کر کے دونوں پر اس کے پھینٹے مارے اور فرمایا میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(کنز العمال صفحہ ۱۱۳)

فضائل

آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر، لخت جگر اور آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے پیاری ہیں۔ فاتح خیبر، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور حسین کریمین حضرت حسن و حسینؑ کی والدہ ماجدہ اور سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں، پروردگار عالم نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ آپ ہی سے جاری فرمایا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

لِعَظْمَتِ فَاطِمَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ الْأَتْرَافِينَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةُ

راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان اور جنّت

نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ.

کی عورتوں کی سردار ہے؟

(بخاری و مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور پھر آپ کی خدمت اقدس میں اپنی اور تمہاری

نخشب کی دعا کی درخواست کروں۔ والدہ نے اجازت دی اور میں آپ کی خدمت اقدس

میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی، پھر نوافل پڑھے۔ اس کے بعد عشاء کی

نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر فرمایا۔ کیا تو حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں!

فرمایا تجھے کیا حاجت ہے اللہ تجھے

قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ

اور تیری ماں کو بخشے، یہ ایک فرشتہ ہے

وَلَا مَكَانَ إِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ

جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا

قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ

اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے میرے

أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ

پاس آکر مجھ کو سلام کرنے کی اجازت لی اور

سَيِّدَةُ نِسَاءٍ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحُسَيْنَ

مجھے یہ بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ حبت کی

وَالْحُسَيْنَ سَيِّدًا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(ترمذی و مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے افضل عورتیں

وَسَلَّمَ أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد و مریم

خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ

بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم فرعون

مُحَمَّدٍ وَ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَ أَسِيَةَ

کی بیوی ہیں۔ (الاستیعاب صفحہ ۷۷۲)

بِنْتُ مَزَاحِمَ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

جہان کی عورتوں میں سے بہتر چار عورتیں ہیں

وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ أَرْبَعٌ

مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم و خدیجہ

مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَ أَسِيَةَ بِنْتَ

بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ

مَزَاحِمَ وَ خَدِيجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

وَ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ (الاستیعاب صفحہ ۷۷۲)

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یَابْنِيۃَ اَمَّا تَرْضَيْنَ اَنَّكَ سَيِّدَةٌ
 نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ۚ قَالَتْ يٰۤاَبَتِ فَاِنَّ
 مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ ۚ قَالَ تِلْكَ سَيِّدَةٌ
 نِسَاءِ عَالَمِهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةٌ نِسَاءِ
 عَالَمِكَ اَمَّا وَاللّٰهِ لَقَدْ زَوْجَتُكَ سَيِّدًا
 فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 اے مٹی کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو بہار
 جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ سیدہ نے
 عرض کیا اباجان مریم بنت عمران بھی تو ہیں؟
 فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تم
 اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور خدا
 کی قسم تمہارا شوہر علی دنیا و آخرت میں سردار
 ہے۔ (الاستیعاب صفحہ ۱۷۷ حلیۃ الاولیاء صفحہ ۸۲)

کون افضل ہے

حضرت مریم صدیقہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے؟
 بعض نے فرمایا حضرت مریم صدیقہ افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شان میں فرمایا
 ہُوَ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ اور فرمایا وَاَصْطَفٰكَ عَلٰی نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ، ثابت ہوا کہ وہ صدیقہ
 بھی ہیں اور تمام جہان کی عورتوں پر برگزیدہ بھی ہیں۔

اس کے جواب میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ سے مراد اس
 زمانے کی عورتیں ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل سے فرمایا گیا وَاِنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ۔ لہذا
 جس طرح بنی اسرائیل کو ان کے زمانے میں دوسری قوموں پر فضیلت دی گئی تھی۔ اسی طرح
 حضرت مریم کو اُن کے زمانے کی سب عورتوں پر فوقیت دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ
 وَسَلَّمَ کے ارشاد گرامی سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تِلْكَ
 سَيِّدَةٌ نِسَاءِ عَالَمِهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةٌ نِسَاءِ عَالَمِكَ وُوہ اپنے زمانے کی عورتوں کی
 سردار اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو۔ گمماہرۃ۔ نیز فرمایا:

اربع نسوة سادات عالمہن
 مریو بنت عمران و اسیۃ بنت مزاحم
 و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت
 چار عورتیں اپنے اپنے زمانے کی سردار
 ہیں مریم بنت عمران۔ آسیہ بنت مزاحم
 (فرعون کی بیوی) خدیجہ بنت خویلد فاطمہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) و افضلہن بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان
عالمہ فاطمہ (در منشور صفحہ ۲۳، کنز العمال صفحہ ۲۴) میں افضل فاطمہ زہرا ہیں۔

بہر صورت یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت
مریم اور حضرت آسیہ سے افضل ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم سیدہ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے خوب فرماتے
ہیں۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
حضرت مریم (علیہا السلام) صرف ایک نسبت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ
ہونے کی وجہ سے عزیز ہیں مگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تین نسبتوں کی وجہ
سے زیادہ عزیز ہیں۔

نورِ چشمِ رحمتہ للعالمین آل امام اولین و آخرین
پہلی نسبت یہ کہ وہ اولین و آخرین کے امام رحمتِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر اور نختِ جگر ہیں۔
بانوے آل تاج دارِ ہل اتی مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا
دوسری نسبت یہ ہے کہ وہ تاجدارِ ہل اتی، مولائے مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی ہیں۔

مادرِ آل مرکز پر کارِ عشق مادرِ آل قافلہ سالارِ عشق
تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ حضراتِ حسین کی والدہ ہیں جو عشق کی پرکار کے مرکز اور
عشق کے قافلہ سالار ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَيْرُ النِّسَاءِ مِنْ أُمَّتِي فَاطِمَةُ
فرمایا کہ میری امت کی عورتوں میں بہترین میری
بیٹی فاطمہ ہیں۔ (المتدرک)

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فَسَأَلْتُ أُمَّيَ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيلَ مِنَ الرِّجَالِ؛ قَالَتْ
زَوْجَهَا! (ترمذی و مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)

تو میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو سب سے زیادہ محبوب
کون تھا؟ (حضرت عائشہ نے) فرمایا فاطمہ
پھر میں عرض کیا اور مردوں میں؟ فرمایا ان
کے شوہر (علی)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کردہ اس اور اس سے پہلے مذکور
شدہ حدیث میں اگر انصاف سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُمّ المؤمنین کی یہ
روایتیں ان کے عدل و انصاف اور دیانت و صداقت کی بہت بڑی دلیل ہونے کے
ساتھ ان کی اور سیدہ کی گہری محبت کی علامت ہیں۔ چنانچہ اسی طرح :-

حدیث دیگر آئی کہ از فاطمہ پرسیدند
کہ آزاد میاں کہ دوست تر بود برسوں مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم، فرمود عائشہ! گفتند از
مرد ماں؟ فرمودند پدر شریف سے
دوسری حدیث میں آیا ہے کہ
حضرت فاطمہ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو کس سے زیادہ محبت ہے؟
سیدہ نے فرمایا عائشہ سے انہوں نے کہا
اور مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے باپ
(مدارج النبوت صفحہ ۴۶۱)

(صدیق اکبر سے)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ
الرِّجَالِ عَلِيٌّ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
عورتوں میں سے حضرت فاطمہ اور مردوں
میں سے حضرت علی کو سب سے زیادہ

(ترمذی باب الناقب متدرک حاکم صفحہ ۱۵۵) محبوب رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا سَافَرَ كَانَ أَحْرَ النَّاسِ عَهْدًا
بِهِ فَاطِمَةَ وَإِذَا قَدَّمَ مِنْ سَفَرٍ كَانَ
أَوَّلُ النَّاسِ بِهِ عَهْدًا فَاطِمَةَ رَضِيَ
الله عنها (التدرک حاکم صفحہ ۱۵۶)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو سب
کے بعد اور جب واپس تشریف لاتے تو
سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی
اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
إِنَّ اللَّهَ يَغْضِبُ بِغَضَبِ فَاطِمَةَ
وَيَرْضَى بِرِضَائِهَا
ہونے سے غضب ناک ہو جاتا ہے اور اسکے
راضی ہونے سے ارضی ہو جاتا ہے۔ (التدرک حاکم صفحہ ۱۵۴)

حضرت مسور بن مخبرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بُضِعَتْ مِنِّي
فَمَنْ أَعْضَبَهَا أَعْضَبَنِي وَفِي رِوَايَةٍ
يُرِيئَنِي مَا آرَابَهَا وَيُوْذِيَنِي مَا آذَاهَا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے
اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا اور
اضطراب میں ڈالتی ہے مجھ کو وہ چیز جو اس
کو اضطراب میں ڈالے اور تکلیف دے۔ (بخاری و مسلم و ترمذی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص سیدہ فاطمہ الزہرا کی یا ان کی اولاد کی بے ادبی
کرے یا ان کو ایذا پہنچائے اُس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا کیونکہ اُس کی اس حرکت سے
ان کو اذیت ہوگی جو غضب الہی کا موجب ہے۔ جس طرح ان کا غضب غضب الہی ہے
اسی طرح ان کی رضا میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے چنانچہ حضرت عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت
کروں تو اس کو چاہیے کہ وہ میرے اہل بیت کی نیاز مندی کرے اور ان کو دوست رکھے۔ (طبری)
حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ مولوی قلندر علی صاحب کو ہر روز

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی، ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طمانچہ مارا، اس دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا انہوں نے ایک ولیہ مجذوبہ کا پتہ دیا۔ جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا، سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا شَفِّ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پس مولانا نے بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی۔ اس سے پہلے اس لڑکے سے خطا بھی مُعَافِ كَرَانِي تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا (امداد الشاق صفحہ ۱۰۰)۔
حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البشرى يا فاطمة المهدى
اے فاطمہ تجھے بشارت ہے کہ امام مہدی
منك (ابن عساکر الفتح البکیر صفحہ ۱۶)

حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت ابو بکر صدیق) فرماتی ہیں کہ حضرت حسن کی ولادت کے وقت میں سیدہ کے پاس تھی اور میں نے دایا کے فرائض انجام دیتے ہیں کوئی خون وغیرہ جو بوقت ولادت نکلتا ہے نہ دیکھا تو یہ کیفیت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیان کی۔

فَقَالَ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ فَاطِمَةَ
تو آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی
طَاهِرَةٌ مُطَهَّرَةٌ لَا يَرَى لَهَا دَمًا فِي
کہ فاطمہ طاہرہ و مطہرہ ہے اس کا حیض
طمث۔ (تشریف البشر صفحہ ۱۱۱ نزهة المجالس صفحہ ۱۶۶)

أم المؤمنين حضرت عائشة صدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔
مَرَأَيْتُ أَحَدًا شَبَّهَ سَمَاءًا وَدَلًّا
میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بیٹھنے
وَهَدِيًّا (وَفِي رِوَايَةٍ كَلَامًا وَحَدِيثًا)
اٹھنے، چلنے، پھرنے، حسن خلق اور گفتگو میں
بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ
حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ
علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہو۔

وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا
 وَاجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ادَّخَلَ عَلَيْهَا
 قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاجْلَسَتْهُ
 فِي مَجْلِسِهَا (ترمذی، المستدرک حاکم صفحہ ۱۶۰)

اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں جب حضرت فاطمہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 تشریف لائیں تو آپ ان کے لئے کھڑے
 ہو جاتے اور ان کو چومتے اور اپنی جگہ پر پیار
 محبت سے بٹھاتے اور جب حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف
 لے جاتے تو آپ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور بے حد
 احترام سے اپنی جگہ بٹھاتیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی بڑا چھوٹے پر شفقت و محبت فرماتے ہوئے
 اور چھوٹا بڑے کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے تو یہ جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ثابت ہے لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا
 شرک ہے، سراسر غلط اور دلیل جہالت ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقُ لَهْجَةً
 مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الاستیعاب صفحہ ۴۶)

میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ
 کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا، اور ایسا کیوں نہ
 ہوتا جب کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بیٹی تھیں۔

نزہتہ المجالس میں روایت ہے کہ جب آیتہ کریمہ وَإِنْ مِتَّكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا نازل ہوئی
 تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فکرِ امت میں بہت رونے لگے۔ آپ کی یہ حالت
 دیکھ کر صحابہ کرام بھی بوجہ غلبہ محبت رونے لگ گئے لیکن کسی کو آپ کے رونے کا
 سبب معلوم نہ تھا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی رنج و غم میں بھی

۱۔ تفصیل کیلئے سلام و قیام اور مسئلہ میلاد کے موضوع پر میرا رسالہ "برکات میلاد شریف" ملاحظہ فرمائیں۔

سیدہ فاطمہؓ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے اور آپؐ کا سب رنج و غم دور ہو جاتا تھا۔ اس لئے بعض صحابہؓ نے یہ تجویز کی کہ کسی طرح سیدہ کو بلایا جائے، چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ گئے اور تمام ماجرا عرض کر کے خواہش ظاہر کی کہ آپؐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے چلیں۔ خاتونِ جنت سیدہ نساء العالمین نے اسی وقت اٹھ کر ایک کمرے میں اور چالیس بار سے زیادہ پیوند تھے اور چلیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک درد سا اٹھا اور میں روتے ہوئے دل میں یہ کہتا جا رہا تھا کہ کفار کی بیٹیاں تو زریں باں پہنیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کے لباس میں اتنے پیوند لگے ہیں۔ جب دربار رسالت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سیدہ کی مبارک آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور روتے ہوئے عرض کیا، اباجان کس بات نے آپ کو اس قدر رلایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت پڑھ کر سنانی جو نازل ہوئی تھی۔ سیدہ سنتے ہی خوفِ خدا سے اور زیادہ رونے لگیں۔ اور روتے روتے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف توجہ کر کے فرمایا، یا شیخ الہاجرین! اللہ نے اپنے نبی پر آیت **وَإِنْ مِنْكُمْ آلٌ وَارِدُهَا** اتاری ہے تو کیا آپ امت کے بوڑھوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کیا آپ امت کے نوجوانوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں؟ پھر آپ نے حسن و حسین سے فرمایا، کیا تم امت کے بچوں پر فدا ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے فرمایا میں امت کی عورتوں پر فدا ہوتی ہوں۔

فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ
اللَّهَ يَقْرُبُكَ السَّلَامُ وَيَقُولُ قُلْ بِفَاطِمَةَ
لَا تَحْزَنِي فَإِنِّي أَفْعَلُ بِأَمَّتِكَ مَا تُحِبُّهُ
فَاطِمَةَ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۴)

پس جبریل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ
اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا
ہے کہ فاطمہ سے کہیں کہ وہ غم نہ کرے میں
تمہاری امت سے وہی سلوک کروں گا جو

فاطمہ چاہے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور سجدہ شکر بجالاتے تھے

وہ نور العین وہ لختِ دل محبوبِ بانی وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ وہ مریم ثانی
وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفوِ خطا کاراں وہ جن کی جنبش لب شافعِ جرم گنہ گاراں

زہد و تقویٰ

راہ خدا میں کفار سے لڑنا بھی جہاد ہے مگر نفسی خواہشات کی مخالفت کرتے ہوئے
محرمات سے بچنا اور صدق نیت کے ساتھ کتاب و سنت پر عمل کرنا اور اس پر ثابت قدم
رہتے ہوئے طرح طرح کی سختیاں بھیننا بھی جہاد اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فِإِنَّ
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (النازعات)

اور وہ جس نے اپنے نفس کو خواہش بد
سے روکا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔
اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو نفسانی خواہشات کی پیروی کی بجائے نفس کو قابو میں رکھ
کر احکام الہی کی پیروی کرے اس کا ٹھکانا سوائے جنت کے اور کہیں نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
الْجِهَادُ أَرْبَعٌ أَلْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالصِّدْقُ فِي مَوَاطِنِ الصَّبْرِ
وَشَتَاءُ النَّاسِ (الفتح البکیر صفحہ ۲۰۸)

جہاد چار ہیں نیکی کرنے کا حکم دینا برائی
سے منع کرنا۔ مقامات مصیبت میں سچائی
اختیار کرنا، بافرمان سے نفرت کرنا۔

حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ يُجَاهِدَ الرَّجُلُ
نَفْسَهُ وَهَوَاهُ (الفتح البکیر صفحہ ۲۰۸)

افضل ترین جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے
نفس اور اس کی ناجائز خواہشوں سے جہاد کرے
اس حدیث سے صراحتہ ثابت ہوا کہ نفس اور اس کی خواہشات سے جہاد کرنا افضل ترین
جہاد ہے اسی لئے آپ نے غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فرمایا تھا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى
كِهِم جِهَادِ الْأَصْغَرِ مِنْ جِهَادِ الْكَبْرِ كِي طَرَف

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا نفس کو خدا کی نافرمانی سے باز رکھنا (غنیۃ الطالبین، کمیائے سعادت)

نفس سے جہاد اکبر کیوں ہے؟ اس لئے کہ کفار ظاہری دشمن ہیں اور نفس و شیطان باطنی دشمن۔ کفار سے جہاد کرنے کے لئے قوت بازو اور تیر و تلوار کی ضرورت ہے اور نفس و شیطان سے جہاد کرنے کے لئے قوت ایمان و عمل کی ضرورت ہے۔ کفار سے کبھی کبھی جہاد کا موقع آتا ہے مگر نفس و شیطان سے ہر وقت جہاد کرنا پڑتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کے ساتھ جہاد یقیناً بڑا جہاد ہے۔

نفس کے ساتھ جہاد

جہاد کا نتیجہ فتح یا شکست ہے۔ اگر آپ نفس کی خواہشوں کو پورا کرتے ہوئے حرام اختیار کر لیں تو یہ آپ کی شکست اور نفس کی فتح ہے اور اگر آپ نفس کی خواہشات کو کچل دیں اور حرام کے اختیار سے بچیں تو یہ آپ کی فتح اور نفس کی شکست ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دشمن کو جب شکست پر شکست دیتے ہوئے اس کی طاقت و قوت کو کمزور کرتے چلے جائیں تو ایک دن اسے گاکہ دشمن ختم ہو جائے گا یا سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ اہل اللہ کا یہی طریقہ ہے کہ وہ دشمن نفس کی خواہشات کو پامال کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ نفس کو بالکل مار دیتے ہیں اور جب نفس ہی مر گیا تو نفسی خواہشات کہاں ہوں گی۔ پھر تو وہ سراپا روحانیت ہی روحانیت ہو جاتے ہیں ان کے تقاضے پھر نفسانی نہیں روحانی ہوتے ہیں۔ پھر وہ صرف خدا کے طالب ہو جاتے ہیں۔ کسی دوسری چیز کی رغبت ہی نہیں کرتے اور نہ ان کی نظروں میں کسی دوسری چیز کی کوئی وقعت ہی رہتی ہے۔ پھر وہ حلال کی خواہش بھی نہیں کرتے، حلال چیزوں کا دروازہ بھی اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ میں حرام کے اختیار کے خوف سے ستر بار اپنا ہاتھ حلال سے کھینچتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ شہنشاہ کونین ہونے کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ اختیار فرمایا اور دنیا کی چیزوں کی رغبت نہیں فرمائی اور یہی حال آپ کے غلاموں اور خداموں کا رہا ہے اور چونکہ آپ کو اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء سے خاص محبت تھی اس لئے جو کچھ آپ نے اپنے لئے پسند فرمایا وہی کچھ بیٹی کے لئے پسند فرمایا چنانچہ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ الزہراء کے گھر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ سیدہ نے اپنے گلے میں سے ایک سونے کی زنجیر اتاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا کر عرض کی۔ اباجان! یہ ابوحنس (علی) نے مجھ کو تحفہ دیا ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ! کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنت محمد کے ہاتھوں میں جہنم کی زنجیر ہے؟ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے۔ فاطمہ نے اسی وقت اس زنجیر کو بیچ دیا، جو قیمت ملی اس سے ایک غلام خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا، سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے فاطمہ کو

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فَاطِمَةُ الْيَسْرُكُ أَنْ يَقُولَ النَّاسُ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَفِي يَدِكَ سِلْسِلَةٌ مِنْ نَارٍ تُخْرِجُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ يَقَعْدُ نَعِمَدَتِ فَاطِمَةَ إِلَى السِّلْسِلَةِ فَاشْتَرَتْ بِهَا غُلَامًا فَأَعْتَقَتْهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ (متدرک حاکم صفحہ ۱۵۳)

دوزخ سے نجات دی۔

حضرت علی کریم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینے میں درد ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے قیدی تمہارے باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیئے ہیں ایک لونڈی ہی مانگ لاؤ۔ سیدہ نے کہا کہ خدا کی قسم حکلی چلاتے اور جو پیستے ہوتے میرے ہاتھوں میں بھی

چھالے پڑ گئے ہیں اور مجھے گھر کا سارا کام خود کرنا پڑتا ہے، چنانچہ سیدہ گئیں اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر میں تشریف فرما نہیں تھے تو وہ اپنا مقصود ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے بیان کر کے واپس آ گئیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ام المؤمنین نے سیدہ کا آنا اور لونڈی کا طلب کرنا بیان کیا۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کے مکان پر تشریف لائے۔

اور فرمایا کیا تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں ارشاد ہو! فرمایا رات کو سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

وَقَالَ اَلَا اَدَلُّكُمْ عَلٰى خَيْرٍ مِّمَّا سَأَلْتُمْنِیْ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا اَوْ اَوَيْتُمَا اِلٰی فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِیْنَ وَاَحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِیْنَ وَكَبِّرَا رُبْعًا وَثَلَاثِیْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ خَادِمٍ (بخاری و زرقانی علی المواہب)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ

اقدس میں حاضر ہوئیں۔

اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اسے پاس کوئی بچھونا تک نہیں ہے سوائے ایک مینڈھے کی کھال کے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اسی میں اپنے اونٹ کو چارہ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو موسیٰ بن عمران نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس اس طرح گزارے تھے

فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَابْنُ عَمِّیْ مَا لَنَا فِرَاشٍ اِلَّا جِلْدُ كَبْشٍ تَنَامُ عَلَیْهِ بِاللَّیْلِ وَتَعْلَفُ عَلَیْهِ تَاْضِحْنَا بِالنَّهَارِ فَقَالَ يَا بِنْتِیْ اصْبِرِیْ فَاِنَّ مُوْسٰی اِبْنَ عِمْرَانَ اَقَامَ مَعَ اِمْرَاَتِهِ عَشْرَ سِنِیْنَ مَا لَهُمَا فِرَاشٌ اِلَّا عِبَاءَةٌ قَطُوْا بِنْتِیْ (زرقانی علی المواہب)

کہ ان کے واسطے کوئی بچھونا وغیرہ نہ تھا سوائے ایک چادر کے جو چھوٹی سی تھی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ صُحْحِ كِے وقت سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا دروازے پر پہنچ کر فرمایا، السلام علیکم بیٹی، ایک شخص میرے ساتھ ہے ہم اندر آجائیں؟ سیدہ نے کہا یا رسول اللہ میرے بدن پر ایک پرانی کملی کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے اور اس سے سارا بدن نہیں چھپتا۔ آپ نے اپنی پرانی چادر ان کی طرف پھینک دی جس سے انہوں نے اپنا بدن چھپایا۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ فرمایا، بیٹی کیا حال ہے؟ عرض کیا اباجان! کل سے کچھ نہیں کھایا، فاتے سے ہوں بھوک نے بہت تنگ کیا ہے۔ یہ سن کر آپ ابدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹی تین دن سے میں نے خود کچھ نہیں کھایا۔ حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کے نزدیک تجھ سے زیادہ مکرم ہوں اور اگر میں اس سے سوال کروں تو وہ مجھے ضرور کھلائے لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے کر خود فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔

پھر آپ نے اپنا دست مبارک سیدہ کے کاندھوں پر رکھ کر فرمایا کہ بیٹی تو خوش رہ کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور تیرا نکاح میں نے اس سے کیا ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے پس تو اپنے شوہر کے ہمراہ صبر و شکر کے ساتھ قناعت کر!

ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبَيْهَا
وَقَالَ ابْنُ بَشِيرٍ قَوْلَهُ لَقَدْ زَوَّجْتِكِ
سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَأَقْنِعِي
بِابْنِ عَمِّكَ فَإِنَّكَ سَيِّدَةٌ نِسَاءِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ (کیمیئے سعادت، حلیۃ الاولیاء) نزہۃ المجالس
صفحہ ۱۴۵

فقر و فاقہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بے نیت اجر بھوکا رہے گا قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا (کنز العمال)
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت کا دروازہ برابر کھٹکتی رہا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بہشت کا دروازہ کاپے چھبے کھٹکتی ہے؟ فرمایا بھوک اور پیاس سے (کیمیئے سعادت)

حضرت حمیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈکار آئی، آپ نے فرمایا اس ڈکار کو دور رکھ اس لئے کہ جو اس جہان میں بہت سیر ہے وہ اس جہان میں بہت بھوکا ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھوکے اور پیاسے رہ کر اپنے ساتھ جہاد کیا کرو کیونکہ اس کا ثواب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے برابر ہے (کیمیائے سعادت) صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ افضل ترین شخص کون ہے؟ فرمایا جو تھوڑا کھائے، تھوڑا سوتے، تھوڑا اپنے اور تھوڑے کپڑے پر قناعت کرے، اور تفکر کرے۔ (کیمیائے سعادت)

حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

یا رسول اللہ خدا کی قسم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ فرمایا دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا خدا کی قسم واقعی میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور یہ تین مرتبہ کہا، فرمایا اگر تو واقعی مجھ کو محبوب رکھتا ہے تو فقر و فاقہ کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے فقر و فاقہ بہت جلد اس کی طرف آتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تین دن برابر گیہوں کی روٹی کسی نے نہیں کھائی (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی راتیں بھوکے ہی گزارتے تھے اور جب کبھی کھاتے تو جو کی روٹی ہوتی۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر

نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا، فرماتی ہیں میں بعض مرتبہ آپ کے فاقے کی حالت کو دیکھ کر رونے لگ جاتی۔

اور اپنا ہاتھ آپ کے پیٹ پر پھیرا
 وَأَمْسَحُ بِبَيْدِي عَلَى بَطْنِهِ مِمَّا يَهُ
 کرتی (جو فاقہ سے دبا ہوا ہوتا) اور کہا
 مِنَ الْجُوعِ وَأَقُولُ نَفْسِي لَكَ فِدَاءٌ لَوْ
 کرتی کہ میری جان آپ پر فدا ہو دنیا میں
 تَبَلَّغْتَ مِنَ الدُّنْيَا بِمَا يَقْوَتُكَ
 سے اتنا ہی قبول فرمایا لیجئے جو جسمی توانائی
 فَيَقُولُ يَا عَائِشَةُ مَا لِي وَلِلدُّنْيَا أَحْوَابِي
 کے قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرماتا
 مِنَ أَوْلِي الْعِزْمِ مِنَ الرَّسْلِ صَبْرًا وَعَلَى
 عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی
 مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هَذَا (شفا شریف)

ہو لو العزم رسول تو اس سے بھی زیادہ سخت حالت میں صبر کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ التحيته والتسليم اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، شام کو آل محمد کے پاس ایک مٹھی آنا اور ایک مٹھیلی بھر شو بھی نہیں ہوتا۔ یہ کلام پورا ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی۔ فرمایا، جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کیا اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ جو آپ نے کلام فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور آپ کے پاس مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے کہ میں یہ کنجیاں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تمہارے پہاڑوں کو زمر، یاقوت، چاندی اور سونا بنا دوں اگر آپ اس پر راضی ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں، آپکو اختیار دیا ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نبی بندہ بنا چاہتا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا اور اس فقر و فاقہ کو غنا پر ترجیح دی اور پھر جس صبر و شکر کے ساتھ آپ نے اور آپ کی ازواج مطہرات و اہل بیت اطہار نے گزارن کی اسکی مثال نہیں ملتی چنانچہ چند درج ذیل روایا

اس کی روشن دلیل ہیں۔

حضرت عمران بن حصین فرماتے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیدہ فاطمہ تشریف لائیں، اس وقت ان کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا چہرہ دیکھ کر پہچان گئے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے گلے کے نیچے جہاں ہار ہوتا ہے رکھ کر انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا:

اے اللہ بھوکوں کو سیراب اور پت کو بند کرنے والے فاطمہ بنت محمد کو بند کر۔
عمران فرماتے ہیں میں نے سیدہ کو دیکھا کہ بھوک کے آثار ان کے چہرے سے جاتے رہے کچھ عرصہ بعد میں سیدہ سے ملا اور پوچھا تو فرمایا اے عمران اس کے بعد مجھے بھوک سے کبھی اذیت نہیں ہوئی۔

اللَّهُمَّ مَشْبَعِ الْجَاعَةِ وَرَافِعِ
الْوَضِيعَةِ اِرْفَعِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ
قَالَ عِمْرَانُ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا وَقَدْ ذَهَبَتِ
الْصُّفْرَةُ مِنْ وَجْهِهَا فَلَقِيْتُهَا بَعْدَ
فَسَّالَتْهَا فَقَالَتْ مَا جِئْتُ بِعَدِيَا
عِمْرَانُ! (بیہقی، خصائص کبریٰ)

امام حسن فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب کو ایک وقت کے بعد کھانا میسر ہوا۔ والد بزرگوار میں اور امام حسین کھا چکے تھے، والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ نے ابھی کھانا تھا کہ دروازے پر آکر ایک سائل نے آکر یوں سوال کیا، رسول اللہ کی بیٹی پر سلام ہو۔ میں دو وقت کا بھوکا ہوں، مجھے کھانا دو، یہ سن کر والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا جاؤ یہ کھانا اس سائل کو دے دو، مجھے تو ایک وقت کا ناقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا (سیرت فاطمہ)

محدث ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئی قمیص سیدہ کو جہیز میں دی تھی، کچھ عرصے کے بعد ایک سائل نے سیدہ کے دروازے پر آکر سوال کیا، اے نبی کے گھر والو میں محتاج ہوں، کوئی پھٹا پرانا کپڑا ہو تو مجھ کو دے دو! سیدہ کے پاس اس وقت ایک پرانی قمیص تھی، فرماتی ہیں جب اس کے دینے کا

ارادہ کیا تو فوراً یہ آیت مبارکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ہ یاد آئی۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم نیکی کے اعلیٰ درجے کو نہیں پہنچ سکو گے۔ جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ دو گے۔ فوراً پرانی قمیص رکھ دی اور نئی نکال کر سائل کو دے دی۔ (نزہۃ المجالس)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر یوں گستاخی کی؛ اے محمدؐ کیا تو ہی وہ جادو گر ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس کے وجود کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا، خدا کی قسم اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری قوم مجھ سے ناراض ہو جاتے گی تو میں اس تلوار سے تیرا سراڑا دیتا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے آگے بڑھ کر چاہا کہ اس بے ادبی اور گستاخی کا جواب دیا جائے مگر سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اور اس شخص سے فرمایا کہ تو آخرت کے عذاب سے ڈر اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھا، بتوں کی پوجا چھوڑ دے اور خدائے وحدہ لا شریک کی پوجا و پرستش کر۔ میں جادو گر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ آپ کے حسن خلق اور اس پر تاثیر کلام کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ قاتلانہ جذبات رکھنے والا بت پرست کافر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس کو قرآن کی چند آیتیں سکھا دو۔ جب وہ سیکھ چکا تو فرمایا تیرے پاس کس قدر مال ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم قبیلہ بنی سلیم میں چار ہزار آدمی ہیں لیکن مجھ سے زیادہ ان میں کوئی فقیر نہیں ہے۔ آپ نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کو ایک اونٹ خرید کر دے دے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر بدلہ دے گا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک اونٹنی ہے وہ میں اس کو دے دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرے؟ حضرت علیؓ نے اپنی دستا مبارک اتار کر اس کے سر پر رکھ دی، پھر فرمایا کون ہے جو اس کے کھانے کا اس وقت انتظام کرے، حضرت سلمان فارسیؓ اٹھے اور چند مکانوں پر گئے۔ لیکن اتفاق سے کچھ نہ ملا۔ پھر سیدہ فاطمہؓ کے مکان پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا سیدہ نے فرمایا کون ہے؟

عرض کیا میں سلمان فارسی ہوں، فرمایا کیسے آئے ہو حضرت سلمان نے سارا ماجرا سنایا۔ سیدہ سن کر ابیدہ ہو گئیں اور فرمایا اے سلمان اس خدا کی قسم جس نے میرے باپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آج تیرا دن ہے کہ ہم سب فاقے سے ہیں لیکن تم دروازے پر آگے ہو خالی کیسے واپس کروں، جاؤ یہ چادر لے جاؤ اور شمعون یہودی کے پاس جا کر کہو کہ فاطمہ بنت محمد کی یہ چادر رکھ لو اور تھوڑے سے جو قرض دے دو حضرت سلمان اس چادر کو لے کر شمعون کے پاس آئے اور سارا حال بیان کیا۔ شمعون کچھ دیر تک اس روائے مبارک کو دیکھتا رہا معاً اس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور کہنے لگا اے سلمان واللہ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو تورات میں دی ہے میں صدق دل سے حضرت فاطمہؑ کے باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت سلمان کو جو دیئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ روانے مبارک واپس کر دی۔ سیدہ نے شمعون کو دعائے خیر دی اور جو پیس کر کھانا تیار کر کے حضرت سلمان کو دے دیا۔ حضرت سلمان نے عرض کیا کہ اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے، فرمایا، بس خدا کی راہ میں دینے کی نیت سے منگوایا اور پکا یا ہے اب اس میں سے لینا درست نہیں۔ حضرت سلمان وہ روٹی لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سنایا۔ آپ نے وہ روٹی اس نو مسلم کو عطا فرمادی اور اپنی نور نظر لختِ جگر سیدہ فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ بھوک کی وجہ ان کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور ضعف کے آثار نمایاں ہیں آپ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ کو اپنے پاس بٹھا کر تسکین دی اور آسمان کی طرف رخ انور کر کے کہا، اے اللہ فاطمہ تیری باندی ہے اس سے راضی رہنا (سیرت فاطمہ) ایک مرتبہ سیدہؑ روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا میں نے ایک روٹی پکانی تھی، جی نہیں چاہا کہ آپ کے بغیر کھا لوں، فرمایا بیٹی یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منہ میں جاوے گا (کیسے سعادت)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سیدہ کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآن پاک کی تلاوت جاری رکھتیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جب نماز کے لئے تشریف لاتے اور راستے میں سیدہ کے مکان پر سے گزرتے اور گھر سے چکی کے چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درود و محبت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے یا ارحم الراحمین! فاطمہ کو ریاضت و قناعت کی جزائے خیر عطا فرما اور اُسے حالت فقر میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا

فرما (سیرت فاطمہ)

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کو شام سے صبح تک عبادت و ریاضت اور اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ و زاری اور نہایت عاجزی سے التجا و دعا کرتے دیکھا ہے مگر میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ دعائیں اپنے واسطے کوئی درخواست کی ہو بلکہ آپ کی تمام دعائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی بخشش اور بھلائی کے لئے ہوتیں (مدارج النبوت)۔

۷ وہ شب بیدار وہ صرف رکوع و سجدہ پیہم

وہ جن کی ذات پر نازاں حضور رحمت عالم

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سیدہ فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حسینؓ کریمین سورہ سے تھے اور آپ ان کو پکھا کر رہی تھیں اور زبان سے کلام الہی کی تلاوت جاری تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک خاص حالت رقت طاری ہوئی۔

حضرت اُمّ ایمنؓ فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کا پہینہ دوپہر کا وقت تھا۔ نہایت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی میں حضرت فاطمہؓ کے مکان پر حاضر ہوئی، دروازہ بند تھا اور چکی کے چلنے کی آواز آرہی تھی میں نے روزن در سے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ تو چکی کے پاس زمین پر سو رہی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور پاس ہی حسینؓ کا گہوارہ بھی خود بخود چل رہا تھا، یہ دیکھ کر میں نہایت حیران و متعجب ہوئی اور اُسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس شدت کی

گرمی میں فاطمہ روزے سے ہے، پروردگار عالم نے فاطمہ پر نیند غالب کر دی تاکہ اس کو گرمی کی شدت اور تشنگی محسوس نہ ہو اور ملائکہ کو حکم دے دیا کہ وہ فاطمہ کے کام سرانجام دیں۔

وہ خاتونِ جنان معصوم حوریں بانڈیاں جنکی

ملکِ جنت سے آکر پیستے تھے چکیاں جنکی

مسلمان خواتین کو سیدہ فاطمہؓ کے مقدس حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ کس قدر افسوس ہے ان خواتین پر جو باوجود اس قدر راحتوں کے میسر ہونے کے پھر بھی شکوہ و شکایت کرتی ہیں اور اپنے فرائض سے غافل رہتی ہیں اور نماز تک نہیں پڑھتیں۔ اے کاش وہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ سے سبق حاصل کرتیں اور دنیا و آخرت میں بے شمار رحمت و برکت اور اجر و ثواب کی مستحق بنتیں۔ مسلمان خواتین کو یہ جان لینا چاہیے کہ ان کی نجات سیدہ کے اتباع اور اسلامی احکام کی پابندی کرنے میں ہے۔



شرم و حیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا :-

الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبُذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْحَفَاءُ فِي النَّارِ (ترمذی احمد شکوہ صفحہ ۲۳۱)

حیا ایمان کا ایک جزو ہے اور ایماندار جنت میں جائے گا اور بے حیائی بدی ہے اور بدکار دوزخ میں جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْحَيَاءُ وَالْإِيمَانُ قُرْبَانٌ جَمِيعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ (بیہقی شکوہ صفحہ ۲۳۲)

حیا و ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں جب ان دونوں میں سے ایک اٹھایا جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ

بات انبیائے سابقین کے کلام میں سے ہے۔

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَإِصْنَعْ مَا شِئْتِ (بخاری شریف)

کہ جب تو نے شرم و حیا نہیں کی تو اب جو تیرا دل چاہے کر۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم و حیا والے تھے۔

کنواری لڑکیوں کی شرم و حیا مشہور تھی، چنانچہ لوگ مثال دیا کرتے تھے کہ فلاں تو کنواری لڑکیوں کی طرح شرماتا ہے لیکن آج کل اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی کنواری

لڑکیاں اور لڑکے جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں (الاما شا اللہ) نامعلوم
مسلمان قوم غیرت و شرافت اور شرم و حیا کو چھوڑ کر کیوں بے غیرت اور بے حیا ہوتی
جا رہی ہے۔

ہوا مسموم ہوتی جا رہی ہے فضا مغموم ہوتی جا رہی ہے
ستم ہے بنت مسلم کی نظر سے حیا معدوم ہوتی جا رہی ہے
حقیقت میں یہ ساری خرابی نیما بے پردگی اور آج کل کی تعلیم کی ہے، کتاب و
سنت اور بزرگانِ دین کی مقدس زندگیوں کے حالات کی بجائے ہمارے پیش نظر عشقیہ لغو
افسانے اور فلمی ستاروں کے حالات ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں ڈرامے، ناچ اور گانا
وغیرہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ ان چیزوں کے تاثرات کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں
خدا کرے کہ مسلمان بچے اور بچیاں بے سو ذما بولوں اور افسانوں کی بجائے کتابِ سنت اور بزرگانِ
دین کے پاکیزہ حالات زندگی کا مطالعہ کریں اور والدین کو بھی اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلانے
کا شوق ہو۔ آمین ثم آمین!

بدقسمتی سے مسلمانوں میں چند افراد ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ
قرآن و سنت میں کہیں پردے وغیرہ کا ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی ضروری ہے کیونکہ
اس سے صحت خراب ہو جاتی ہے اور عورتیں بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پردہ ایک
قسم کی قید اور حبس بے جا ہے۔ مانعِ تعلیم و ترقی ہے وغیرہ وغیرہ۔
اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پردے کے متعلق بھی چند عقلی و نقلی دلائل ہدیہ
قارئین کو دیئے جائیں۔

بلاشبہ یہ تمام خیالات یورپ کی طرزِ زندگی پر فریفتہ ہو جانے کا نتیجہ ہیں اور اسی
کا نام دینِ فراموشی اور نفس پرستی ہے۔ فرنگی اقوام کی رنگ رلیاں دیکھ کر گم راہ نفس چاہتا
ہے کہ اسی طرح کی رنگ رلیاں منائی جائیں اور نفسانی لطف و سرور حاصل کیا جائے
باقی تعلیم و ترقی کے سبب بہانے ہیں۔ ورنہ اسلامی پردہ نہ مانعِ ترقی و تعلیم ہے اور نہ
باعثِ خرابی صحت، یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب کہ مسلمان تمام

دنیا میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے۔ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری اقوام سے آگے آگے تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا، اس زمانے کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بلاشبہ ان کے علمی اور مجاہدانہ کارنامے لائق صد تحسین اور مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر ہیں۔ ان خواتین اسلام نے کبھی یہ نہ چاہا کہ ہمیں پردے سے آزادی ملنی چاہیے کیونکہ یہ مانع ترقی اور باعث خرابی صحت ہے اور نہ اس وقت کے غیور اور بہادر مسلمانوں کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہوا کہ پردہ مانع ترقی اور باعث خرابی صحت ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے کتاب و سنت کو پڑھنا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ بیٹھے تو ہم سے سر بلندیاں چھین لی گئیں اور ہم پستی و تنزل کی گہرائیوں میں جا گئے۔ اگر پردے کو مانع ترقی قرار دیا جائے تو پھر قرونِ اولیٰ کے مسلمان جو پردہ نسواں کے سختی سے پابند تھے کیوں کر ترقی کر گئے تھے؟ حقیقتاً ہمارے تنزل کا باعث پردہ نہیں بلکہ بے پردگی اور ترکِ مذہب ہے۔

پردہ کیوں ضروری ہے

یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موزوں اور مناسب اور حسین و جمیل اشیاء کی طرف قلوب و نفوس کا میلان ایک طبعی امر ہے، یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پسند کر لیتا ہے تو پھر اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اسی واسطے ہر دکان دار اپنی حسین و جمیل اشیاء کا برسرِ بازار مظاہرہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کی نظر ان پر پڑے اور وہ ان کی خوبیوں سے مطلع ہو کر ان کو حاصل کریں۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کو چھپا کر رکھ چھوڑا اور کسی کی نظر ان پر نہ پڑی تو کسی کے دل میں ان کے حصول کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا کیونکہ حصول کا جذبہ تو دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے جب آپ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں تو انصاف سے بتائیے کہ اگر ایک حسین و جمیل جوان عورت اپنے حسن و جمال و آرائش کے ساتھ بے حجاب لوگوں

نہ خواتین اسلام کے موضوع پر جنسیس کے لیے میری کتاب "مسلمان خاتون" ملاحظہ فرمائیں۔

کے سامنے آئے گی تو جو لوگ شہوات نفسانی رکھتے ہیں اور وہ منجانب اللہ معصوم و محفوظ بھی نہیں ہیں، کیا وہ متاثر نہیں ہوں گے اور کیا ان کے جذبات میں ایک تحریک پیدا نہیں ہوگی؟ ہوگی اور ضرور ہوگی، پھر وہ چاہیں گے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے جذبات کی آگ کو بجھائیں اور کچھ نہیں تو قصداً بار بار نظر کر کے لطف اندوز ہوں گے اور پھر یہی لطف اندوزی ایک عادت بن جائے گی جو آگے چل کر بے حیائی کے ارتکاب اور فتنہ و فساد کا موجب بنے گی۔ خدا کی قسم ہماری عزت و آبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات پر عمل پیرا ہو کر پردے کی پابندی کریں اور کروائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

میرے حبیب مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ
أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ
أَنْزَكَ لَهُمْ آيَاتِ اللَّهِ خَيْرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ
وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ
وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
عَلَى جُيُوبِهِنَّ (النور)

فتنہ و فساد اور بے حیائی کی ابتداء بے نظری سے ہی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی دروازے کو بند فرمایا، مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر حکم دے دیا کہ وہ اپنی نگاہوں کو لپست اور غیروں کی دید سے باز رکھیں اور اپنی شہوات کو اپنے قابو میں رکھیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرد اور عورتیں ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں اور کبھی اوپر نہ دیکھیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے حسن

جمال اور زینت و آرائش سے متاثر اور لطف اندوز ہو کر ایک دوسرے کی طرف میلان نہ کریں کہ یہ فتنہ کا موجب ہے۔ اسی واسطے وہ پہلی نظر جو اچانک بلا قصد و ارادہ پڑ جاتی ہے معاف ہے بشرطیکہ اس کو فوراً واپس پھیر لیا جائے کیونکہ وہ ان تاثرات سے متبرک ہوگی، ہاں وہ دوسری نظر جو قصد و ارادہ سے ڈالے ناجائز ہوگی، کیونکہ اس کے اندر خواہش نفس کا ضرور دخل ہوگا۔

علاج و معالجہ کے موقع پر طبیب کا اجنبیہ مرصینہ اور اس کے جسم کے کسی حصے کو دیکھنا یا کوئی اجنبیہ جو ڈوب رہی ہو یا اس کی جان یا عزت و آبرو کسی خطرے میں ہو تو اس کو بچانے وقت اس کے چہرے پر، اس کے ستر وغیرہ پر نظر پڑ جائے تو یہ مستثنیٰ ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا، کہ عورت کے لئے کون سی چیز بہتر ہے، تمام صحابہؓ خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت سیدہ فاطمہ کے پاس آیا اور آکر پوچھا۔

اُمِّ شَيْخٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ قَالَتْ
لَا يَرِيْنَ الرَّجَالَ وَلَا يَرَوْنَ نَهْنٌ فَذَكَرْتُ
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
فَاطِمَةُ بُضِعَتْ مِنِّي (بزار - دارقطنی)
کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر
کیا چیز ہے، سیدہ نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں
کو دیکھیں اور نہ مردان کو دیکھیں فرماتے
ہیں میں نے سیدہ کا جواب حضور صلی اللہ
عليه وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوب سمجھی ہیں اور ان کا جواب بالکل درست ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا، آخر وہ میرا جزو بدن تو ہیں، نگاہوں کو نیچے رکھنے کا حکم تو مرد و عورت دونوں کے لئے تھا، اس کے بعد بالخصوص عورتوں کو چہرہ چھپانے کا حکم دیا، ارشاد ہوتا ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَنْزَوَاجَكَ
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ
اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اپنی
بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے
فرما دیجئے کہ وہ اپنی چادرول کا ایک حصہ

يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ - (الضرب ۵۹) اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شہر کے اندر اکثر مکانوں میں بیت الخلاء وغیرہ نہیں ہوتا تھا، اس لئے شرفاء کی عورتوں کو بھی لونڈیوں کی طرح قضا حاجت کے لئے بستی سے باہر جانا پڑتا تھا، بدکردار لوگ ان کا پھینکا کرتے اور ان سے ہنسی مذاق کیا کرتے جب ان سے کہا جاتا کہ تم شرفا زادیوں کے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہو، وہ کہتے یہ تو لونڈیاں ہیں۔ شرفا زادیاں تھوڑا ہی ہیں، ورنہ ہماری کیا مجال ہے اس پر یہ آیت اتری کہ اے محبوب اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ چادروں یا برقعوں سے اپنے سروں اور چہروں کو چھپا کر نکلیں، تاکہ لباس سے ان کے اور لونڈیوں کے درمیان امتیاز ہو جائے اور لوگ پہچان لیں کہ یہ شرفا زادیاں ہیں، لونڈیاں نہیں، پھر بدکار لوگ ان کا پھینکا وغیرہ نہیں کیا کریں گے اور اس طرح وہ بدکاروں کی اذیت سے محفوظ رہیں گی۔

جسم انسانی میں چونکہ سب سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ مقام چہرہ ہوتا ہے اور چہرہ دیکھ کر ہی قلبی میلان ہوتا ہے اس لئے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا تاکہ نہ کسی کی نظر پڑے اور نہ قلبی میلان ہو۔

گھروں میں عام طور پر عورتیں بے تکلفی سے رہتی ہیں کیونکہ گھر میں کوئی غیر محرم نہیں ہوتا اس لئے اجنبی لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کسی دوسرے کے گھر بغیر اجازت نہ جائیں۔
فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا
وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا - (القرآن)
اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں
میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان
کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

اور اگر کوئی ایسا موقع پیش آجائے کہ غیر محرم عورت سے کچھ پوچھنا ہو یا کچھ لینا ہو تو

فرمایا:-

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ
 مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ ذَايَكُنَّ وَطَهُرٍ
 لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (احزاب)

اور جب تم ان (عورتوں) سے بتنے کی
 کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے
 مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے
 دلوں اور ان کے دلوں کی۔

کیونکہ اس طرح تمہاری نظر ان کے چہرے اور حسن و جمال اور زینت و آرائش
 پر نہیں پڑے گی اور ان کی نظر تم پر نہیں پڑے گی اور مفاسد کے دروازے نہیں
 کھلیں گے اور قلوب ناپاک جذبات سے پاک رہیں گے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
 سے آپ کے کسی بچے کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا (فتح القدیر)
 حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص
 تھے اور عزیزوں کی طرح آپ کے پاس رہتے تھے، پھر بھی سیدہ نے ان سے پردہ
 فرمایا اور سامنے نہ ہوئیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ اور سیدہ کے مبارک
 اور پاکیزہ عمل سے معلوم ہوا کہ روبرو ہونا فتنہ کا موجب ہو سکتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت اجنبی مرد، عورتوں سے کوئی چیز وغیرہ لے
 سکتے اور گفتگو بھی کر سکتے ہیں اور عورتوں کو بوقتِ ضرورت ان سے گفتگو کرنے کی
 اجازت ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ہے فرمایا :-

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
 الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ
 (الاحزاب)

تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا
 روگی کچھ لالچ کرے۔

چونکہ عورت کی آواز میں قدرتی طور پر ایک نرمی اور نزاکت و حلاوت ہوتی ہے
 جو اثر کئے بغیر نہیں رہتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دے دیا کہ غیر مردوں
 سے جب گفتگو کرو تو نرم و نازک اور شیریں لہجہ اختیار نہ کرو بلکہ اپنی آواز میں قدرے
 سختی اور روکھا پن پیدا کرو تاکہ کوئی بد باطن غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ تم سے کوئی غلط امید نہ وابستہ کرنے

اہل انصاف سے توقع ہے کہ وہ ان چند سطور کو پڑھ کر پردے کی اہمیت کو سمجھیں گے اور جان لیں گے کہ ہماری عزت و آبرو کا تحفظ اسلامی پردے ہی میں ہے۔

سیدہ فاطمہؓ کے اندر یہ وصف جمیل خاص طور پر تھا کہ آپ پردے کی سخت پابند اور شرم و حیا کا مجسمہ تھیں، آپ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر محرم کو دیکھیں اور نہ کوئی غیر محرم ان کو دیکھے (کما تر)

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ عورتیں بغیر کسی اشد ضرورت کے دوسری عورتوں کو ننگے بدن نہ دیکھا کریں، اگر کوئی عورت کسی دوسری عورت کو ننگے بدن دیکھ لے تو اس کے بدن کی ساخت اور اس کے متناسب اعضاء کی تعریف اپنے شوہر کے سامنے نہ کرے۔

(سیرت فاطمہ)

آپ کی شرم و حیا کا لحاظ اور پاس خداوند ستار کو بھی ہے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

کَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادِي مُنَادٍ
مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ يَا أَهْلَ الْجَمْعِ غَضُّوا
أَبْصَارَكُمْ حَتَّى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمُرُوا
مَعَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ جَارِبَةٍ مِنْ حُورِ
الْفَيْنِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ (متدرک
حاکم و نزہۃ المجالس)

قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا
پردے میں سے ندا کرے گا کہ اے حشر کے
میدان میں جمع ہونے والو اپنی نگاہیں جھکا
لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم گزر جائیں چنانچہ آپ ستر
ہزار باندیوں کے ساتھ جو حوریں ہوں گی
بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ مسلمان خواتین کو سیدہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلنے اور پردے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اگر پردے زور دیشے پزیری
ہزار امت بمیرد تو نیری
تبولے باش پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوشش شبیرے بگیری

(اقبال)

صبر و رضا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

(۱) وَأَصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ

إِلَّا بِاللَّهِ

تم تو صبر کرو جیسا مہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

(۲) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو

الرُّسُلِ مِنَ الرُّسُلِ

تو تم اچھی طرح صبر کرو

(۳) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

(۴) وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا

اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے۔

(۵) وَلَٰكِنَّ صَبْرَكُمْ لَهُوَ

خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ

صبر کا اجر دنیا میں

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے

(۶) إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

ساتھ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صابروں کو دنیا میں اللہ کی خاص معیت حاصل ہوتی ہے

اور اے محبوب (خوش خبری سنادو

(۷) وَلَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ

ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت

إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ

پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور

وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۚ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ

ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور یہ لوگ

صَلَوَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ مِّن رَّبِّكَ

ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں

هُمُ الْمُحْتَدُونَ ۚ (البقرہ)

اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بوقت مصیبت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوتے کہتے ہیں کہ ہمارا جینا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی صلوة اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

(۱۸) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آئِمَّةً
يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لِمَا صَبَرُوا۔
(السجدة)
اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے
کہ ہمارے حکم سے بتاتے ہیں جب کہ انہوں
نے صبر کیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صابروں کو صبر کے بدلے ائمہ ہدایت بنایا۔
(۹) وَأَوْثَقْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا
يَسْتَضَعِفُونَ مِشَارِقَ الْأَرْضِ
وَمَعَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ وَالْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي
إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا (الاعراف)
اور ہم نے اس قوم کو جو دبا لی گئی
تھی اس زمین کے پورب اور پچھم کا
وارث کر دیا جس میں ہم نے برکت رکھی
اور تیرے رب کا اچھا وعدہ نبی اسرائیل
پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قوم بنی اسرائیل جس کو فرعون نے انتہائی ظلم و ستم کر کے
مزور کر دیا تھا یہ صرف اس کے صبر و استقلال کا بدلہ تھا کہ وہ ملک مصر کی سلطنت و
حکومت کی وارث بن گئی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حسن اخلاق، دعوت الی الحق، صالح کردار، برائی کی ممانعت
اور نیکی و خوبی یہ حسین ترین صفات وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ
جہنوں نے صبر کیا۔ (حم السجدة)

صبر کا اجر آخرت میں

(۱۱) إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ
كَبِيرٌ۔ (صود)
مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام
کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر
ہے۔

ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ
انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں
مُجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔
ان کو ان کا اجر دو بالا دیا جائے
گا بدلہ ان کے صبر کا۔

صابروں ہی کو ان کا ثواب بھر پور
دیا جائے بے گنتی۔

اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب
کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور
ہمارے دیتے ہوئے (رزق میں) سے
ہماری راہ میں کچھ خرچ کیا چھپے اور ظاہر
اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے
ہیں انھیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔
بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے
اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور
بیویوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے
سے ان پر یہ کہتے ہوئے آئیں گے کہ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تمہیں پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ (العنکبوت)

(۱۲) أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ
بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً
وَسَلَامًا - (الفرقان)

(۱۳) أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ
مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا (التقصص)
(۱۴) إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ
أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر)

(۱۵) وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا
مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَفُونَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى
الدَّارِ جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ
وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ
عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

صابرین کی تعریف

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنے صابر بندوں کی تعریف فرماتا ہے۔

اور اسمعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو
یاد کرو وہ سب صبر والے تھے (علیہم السلام)
بے شک تم نے اسے (ایوب علیہ السلام)

(۱۶) وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ
وَذَا الْكُرْسِيِّ كُلٍّ مِّنَ الصَّابِرِينَ - (الانبیاء)
(۱۷) إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا

نِعْمَ الْعَبْدُ (ص)

کو صابر پایا کیا ہی اچھا بندہ ہے۔

(۱۸) قَالَ يَا بَنِي آدَمَ إِنِّي أَرَى فِي

الْمَنَامِ آتِي أَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا

تَرَى قَالَ يَا آدَمُ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

سَتَجِدُنِي إِتِّئَاءَ اللَّهِ مِنَ الصَّابِرِينَ هـ

ابا جان کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قریب ہے آپ

مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصفات)

(۱۹) مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا

بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالرَّحْمَةِ أُولَئِكَ

أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ (البلد)

(۲۰) وَالْعَصْرَانِ الْإِنْسَانَ لَقِي

حُسْرًا إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ هـ

کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(۲۱) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ

ذَلِكَ لَمِنْ عَظِيمِ الْأُمُورِ - (الشوری)

اور بے شک جس نے صبر کیا اور

بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

صبر کی تعریف

(۲۲) قَالَ الْخَوَاصُّ الصَّابِرُ الثَّابِتُ

مَعَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى أَحْكَامِ الْكِتَابِ

وَالسُّنَّةِ (فتیۃ الطالبین)

وَسُئِلَ جُنَيْدٌ عَنِ الصَّبْرِ فَقَالَ

تَجَرُّعُ الْمَرَارَةِ مِنْ غَيْرِ تَعْبِيسٍ (غنیہ)

خواص نے فرمایا ہے کہ صبر کتاب

سنت کے احکام پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ

ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔

اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے

کسی نے صبر کے متعلق پوچھا تو فرمایا خلاف

طبع کر دوی چیز کو پی جانا صبر ہے۔

اور کہا گیا کہ صبر مصیبت کو بحسن ادب
برداشت کرنے کا نام ہے۔

وَقِيلَ الصَّبْرُ الْوَقُوفُ مَعَ
الْبَلَاءِ بِحَسَنِ الْاَدَبِ (غنیہ)

اور کہا گیا ہے کہ شکایت نہ کرنے کا

وَقِيلَ تَرَكَ الشُّكُوْحَ (غنیہ)

نام صبر ہے۔

خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا صبر و شکر، زہد و تقویٰ، حلم و حیا اور
صبر و رضا کا پیکر تھیں، نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا جزو بدن اور آپ کے ساتھ خاص نسبت
محبت ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں آپ کا جسمانی و روحانی ورثہ تھیں۔ چنانچہ آپ نے نہایت
تنگی و تکلیف میں صبر و استقلال سے وقت گزارا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا
کرتی رہیں۔ حضرت حسینؑ ابھی بچے ہی تھے کہ آپکی ہونے والی شہادت کا شہرہ ہو چکا تھا اور
یہ بھی سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کا مشہد کربلا ہے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شہادت کی خبریں دے دی تھیں کہ میرا
یہ بیٹا حسینؑ سرزمینِ عراق پر جس کو کربلا کہیں گے میری امت کے ہاتھوں شہید ہوگا۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

کہ ہمیں کوئی شک باقی نہ رہا تھا اور
اہل بیت بالاتفاق جانتے تھے کہ حسین
بن علی طف یعنی کربلا میں شہید ہوں گے۔

مَا كُنَّا نَشْكُ وَأَهْلُ الْبَيْتِ
مُتَوَافِرُونَ إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ يُقْتَلُ
بِالطَّفِ - (المترک حاکم صفحہ ۱۶۹)

باوجود اس کے سیدہ نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض نہ
کی کہ اباجان! آپ اللہ کے پیارے حبیب ہیں اور آپ کی رحمت سے تمام عالم
فیض یاب ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے میرے اس لاڈلے حسین کے لئے دعا
فرمادیجئے کہ یہ اس جانگاہ حادثے سے محفوظ رہ کر امن و سلامتی میں رہے اور اس کے
دشمن تباہ و برباد ہو جائیں اور نہ ہی خود کبھی دعا کی بلکہ نہایت استقلال سے صبر و رضا
کا دامن تھامے رہیں اور کوئی ایسا لفظ تک زبان سے نہ نکالاجس سے صبر و رضا کے

خلاف بوا آتی، اندازہ کیجئے سیدہ جب اس وقت کا تصور کرتی ہوں گی تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی، مگر اللہ کی رضا پر راضی رہ کر اپنے اس آنکھوں کے نور کو زمین کر بلا پر خون بہانے اور راہِ خدا میں گلا گٹانے کے لئے سینے سے لگا کر پالا اور جوان کیا، نیز تنگی و تکلیف میں صبر و تحمل کے ساتھ زندگی کے ایام گزارے اور کبھی شکوہ و شکایت وغیرہ نہ کی۔

وفات شریف

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا، 'مرحبا میری بیٹی! اور پیار و محبت سے اپنے پاس بٹھا کر آہستہ آہستہ ان سے کچھ باتیں کہیں۔ جن سے سیدہ زار زار رونے لگیں، جب آپ نے ان کے حزن و ملال کو دیکھا تو پھر آہستہ آہستہ ان سے کچھ باتیں کہیں جن سے وہ مسکرائیں۔ فرماتی ہیں میں نے سیدہ سے پوچھا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تم سے کیا گفتگو فرمائی ہے جس سے پہلے تم روئیں اور پھر مسکرائیں سیدہ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا کرنا پسند نہیں کرتی، جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی وفات شریف ہو گئی تو میں نے سیدہ سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں اور اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے، مجھے ضرور اس راز سے آگاہ کرو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر ظاہر فرمایا تھا۔ سیدہ نے فرمایا اب اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے فاطمہ میری وفات کا وقت آگیا ہے اور میں تجھ سے جدا ہونے والا ہوں پس تو اللہ سے ڈرتی اور صبر کرتی رہ! یہ سن کر میں رونے لگی تھی اور جب آپ نے مجھ کو زیادہ غمگین دیکھا تو دوسری مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا۔

آلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةً
نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ

کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو
سارے جہان اور جنت کی عورتوں کی

لہ تفصیل کے لیے حقائق اور واقعات پر مشتمل میری کتاب "شام کر بلا" ملاحظہ فرمائیں۔

سردار بنے؟ نیز فرمایا کہ میرے اہل بیت میں
سب سے پہلے مجھ سے تو ہی ملے گی یہ سن

وَفِي رَوَايَةٍ أُخْرَى أَوَّلُ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ
فَضِيحَتُهُ (مشکوٰۃ - المتدرک)
کہیں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اگرچہ تمام صحابہؓ اور اہل بیت
کو بہت صدمہ ہوا تھا مگر جس قدر صدمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا وہ بیان سے
باہر ہے۔ آپ بہت رویا کرتی تھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو :-

فاطمہ یوں کہتی تھیں آہ میرے آبا جان!
اپنے رب کو پیارے ہو گئے ہائے میرے آبا جان!
اب خلد کے باغات میں اُن کا ٹھکانا ہو گیا اُن کا
رب ان کا اکرام کریگا جب آپ اس کے
پاس پہنچیں گے رب تعالیٰ اور اس کے رسل

كَانَتْ تَقُولُ وَابْتَاهُ مِنْ رَبِّهِ مَا
أَدْبَاهُ وَابْتَاهُ حَنَّانَ الْخُلْدِ مَا وَاهُ
وَابْتَاهُ رَبَّهُ يَكْرُمُهُ إِذَا آتَاهُ وَابْتَاهُ
أَكْرَبُ وَرُسُلُهُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ حَيْثُ
يَلْقَاهُ (المتدرک للحاکم صفحہ ۱۶۳)

ان پر سلام کہیں گے جب آپ ان سے ملیں گے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ
نے صحابہؓ سے کہا کہ تمہارے ہاتھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا؟ تمام
صحابہؓ رونے لگے اور فرمایا، تقدیر الہی کے آگے کوئی چارہ نہیں۔

پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر شریف پر آئیں
اور قبر اقدس کی خاک پاک ایک مٹھی اپنی آنکھوں
پر رکھی اور بہت روئیں اور یہ شعر پڑھا :-
جس کو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزار
کی خوشبو دار مٹی ملے اس کو زمانہ بھر کی خوشبوئیں
پندہ آئیں گی آپ کی وفات سے جو سخت
مصیبتیں مجھ پر آئی ہیں اگر وہ دنوں پر آجائیں

ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا فَأَخَذَتْ قَبْضَةً مِنْ تُرَابِ الْقَبْرِ
فَوَضَعَتْهُ عَلَى عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَأَنْشَدَتْ
مَا ذَا عَلِيٍّ مِنْ شَرِّ تَرْبَةِ أَحْمَدَ
إِنَّ لَا يُشَرُّ مَدَّ الزَّمَانِ عَوَالِيَا
صَبَّتْ عَلَى مَصَائِبِكُ لَوَانَهَا
صَبَّتْ عَلَى الْآيَامِ صِرْنَ كَيْالِيَا

تو وہ راتیں ہو جاتے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۹۳ و مدارج النبوت صفحہ ۴۴۲)

جب دوسری مرتبہ زیارت کو تشریف لائیں تو فرمایا ہے
 إِذَا اسْتَدَّ شَرْقِي زُرْتُ قَبْرِكَ بِأَكْبَىٰ أَنُوْحَ وَاسْكُرْمَا أَرَاكَ مَجَابِيَا
 جس وقت شوق ملاقات شدت کی صورت اختیار کر جاتا ہے تو روتے ہوئے آپ کی
 قبر کی زیارت کرنے آجاتی ہوں اور شکوہ کرتی ہوں، جب دکھتی ہوں کہ آپ جواب نہیں دیتے۔
 يَا سَاكِنَ الْبَطْحَىٰ أَعْلَمْتَنِي الْبُكَاءَ وَذِكْرَكَ انْسَانِي جَمِيعَ الْمَصَائِبَا
 اے قبر انور میں آرام فرمانے والے میری گریہ و زاری دیکھئے، ان تمام مصائب میں آپ کی یاد ہی
 میرا سکونِ قلب ہے۔

فَإِنْ كُنْتُ عَنِّي فِي الشَّرَابِ مَعْنِيَا فَمَا كُنْتُ عَن قَلْبِي الْحَزِينِ يَغَائِبَا
 اگرچہ آپ بظاہر خاکِ قبر میں مجھ سے غائب ہیں مگر میرے قلبِ حزین سے غائب
 نہیں ہیں۔

یہ اشعار بھی آپ ہی نے فرمائے ہیں۔

نَفْسِي عَلَى زَفْرَاتِهَا مَحْبُوسَةٌ يَا لَيْتَهَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفْرَاتِ
 میری جان درد و غم اور رنج و الم میں گھری ہوئی ہے، اے کاش یہ جان درد و غم کے
 ساتھ نکل جاتی۔

لَا حَيْرَ بَعْدَكَ فِي الْحَيَاةِ وَإِنَّمَا أَبْكَى مَخَافَةَ أَنْ تَطْوَلَ حَيَاتِي
 آپ کے بعد جینے میں کوئی بہتری نہیں ہے اور میں نہیں روتی مگر اس خوف سے
 کہ کہیں میری حیاتی لمبی نہ ہو جائے (مدارج النبوت صفحہ ۴۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور جدائی کے صدمہ میں آپ اس قدر
 غمگین تھیں کہ آپ کے رنج و غم اور گریہ و زاری سے دوسرے لوگ بھی متاثر تھے چنانچہ ہندہ
 بنت اثاثہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو مثنوی لکھا اس میں یہ اشعار
 بھی ہیں۔

أَسَابَ ذَوَابِتِي وَأَذَلَ رُكْنِي بَكَوْكَ فَاطِمَةَ الْمَيْتِ الْفَقِيْدَا

اے فاطمہ اس وفات پانے والے کے صدمے میں تیرے گریہ نے میرے بال سفید کر دیئے اور مجھ کو ضعیف کر دیا ہے۔

افاطمہ فاضلہ فی فلقد اصابته رزیتک التھائیہ والنجدودا
اے فاطمہ صبر کر بے شک تیری مصیبت نے تہامہ و نجد کے لوگوں کو غمزہ وہ کر رکھا ہے
واهل البئر والابحار طرا فلقد تخطی مصیبة وحیدا
اور بھی وتری والے سب اس میں شریک ہیں، اس مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا

(طبقات ابن سعد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی نے آپ کی وفات کے صدمے میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا (ارج) چنانچہ امام نسفی فرماتے ہیں کہ ایک رات سیدہ کو آپ کی اونٹنی عصابلی :-

فَقَالَتْ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَيْتَ رَسُولِ اللَّهِ الْكَ حَاجَةٌ إِلَى أَبِيكَ
تو اس نے کہا کہ اے رسول اللہ کی بیٹی تجھ پر سلام ہو کیا آپ اپنے باپ کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں کیونکہ میں ان کے پاس جا رہی ہوں تو سیدہ یہ سن کر رونے لگیں اور اونٹنی نے اپنا سر سیدہ کی گود میں رکھا اور اسی وقت مر گئی تو اس کو کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔ تین روز کے بعد قبر کھود کر دیکھا تو وہ قبر میں بالکل نہیں تھی۔

آثر۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۶)

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

مَا رَأَيْتُ فَاطِمَةَ ضَاحِكَةً بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَوْمًا افْتَرَتْ بِطَرْفِ نَابِهَا قَالَ وَمَا كُنْتُ بَعْدَهُ سِوَةَ اشْهِي
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی فاطمہ کو ہنسنے نہیں دیکھا سوائے اس دن کے جس دن آپ کی بیماری کا ضعف

انتہا کو پہنچ گیا تھا اور سیدہ آپ کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۳)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ :-

تُوْفِيتُ فَاطِمَةَ بَعْدَ رَسُولِ

کہ فاطمہؑ نے رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چھ ماہ بعد وفات پائی

اور علیؑ نے ان کو رات کے وقت دفن کیا۔

حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۳

الغرض آپ کے چھ ماہ اپنے والد ماجد کی جدائی میں رو رو کر بڑی مشکل سے گزارے

انتقال کے روز آپ نے مبالغہ سے غسل فرمایا اور پاکیزہ کپڑے پہن کر نماز ادا فرمائی اور

بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا کہ میں اپنی جان

خدا تعالیٰ کے سپرد کرتی ہوں، چنانچہ ۳ رمضان المبارک سالہ شب سہ شنبہ کو ہجر و

فراق اور درد و غم کی کٹھن منزلوں سے گزر کر، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر

گوشہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر بابت

روایات تقریباً بائیس سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

آپ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ اشعار کہے

يَكُلُّ اِحْتِمَاعٍ مِثْلَ خَلِيْلَيْنِ فِرْقَةٍ وَكُلُّ الَّذِي دُونَ الْفِرَاقِ قَلِيْلٌ

جہاں کہیں بھی دو دوست ہیں آخر ان میں جدائی ہوگی اور تمام مصیبتیں جدائی کی

مصیبت اور فراق کے صدمے سے کم ہیں۔

وَإِنْ اِفْتَقَادِيْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنْ لَا يَدُومَ خَلِيْلٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ کا مجھ سے جدا ہونا اس امر کی دلیل

ہے کہ کوئی پیارا دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتا (المستدرک حاکم صفحہ ۱۴۳)

آپ کی وفات شریف سے حسنین کریمین، حضرت زینب و حضرت اُمّ کلثوم رضی

اللہ عنہم جمعین کو بے حد صدمہ ہوا۔ شیر خدا مولائے مشکل کشا حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت و بہادری عرب و عجم میں ضرب المثل ہو گئی تھی، جن کو بڑی سے

بڑی تکلیف بھی افسردہ و دل شکستہ نہیں بنا سکتی تھی اس ناقابل برداشت صدمے سے ان کا جگر بھی پارہ پارہ ہو گیا۔

تہنیر و تکفین

حضرت ام جعفر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا اے اسماء! کل جس طرح عورتوں کا جنازہ لے کر جاتے ہیں مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ نقش کے اوپر صرف ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے پوری طرح پردہ نہیں ہوتا بلکہ جسامت وغیرہ نظر آتی رہتی ہے، حضرت اسماء نے فرمایا :-

يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ فِي نَجْشَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
فَدَعَتْ بِجَرَادٍ رَطْبَةٍ
مَحْتَهَا ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثَوْبًا فَقَالَتْ
فَاطِمَةُ مَا أَحْسَنَ هَذَا وَاجْمَلَهُ تُرْفُ
بِهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَإِذَا مِتْنَا فَاغْسِلِينِي
أَنْتِ وَعَلِيٌّ وَلَا يَدْخُلْ عَلَيَّ أَحَدٌ فَلَمَّا
تُوفِيَتْ غَسَلَهَا عَلِيٌّ وَأَسْمَاءُ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا۔

اور تم اور علی دونوں مل کر مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا پس جب سیدہ کی وفات ہوئی تو حضرت اسماء اور حضرت علی نے ان کو غسل دیا۔

آپ کی اس وصیت کے مطابق آپ کو حضرت علی اور حضرت اسماء زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور اسی طرت پیکر پار پائی پوری تازہ شاخیں لگا کر اوپر کپڑا ڈال دیا گیا۔

نماز جنازہ کس نے پڑھائی

اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ خود حضرت علیؑ نے پڑھائی، دوسرا یہ کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے پڑھائی اور تیسرا یہ کہ حضرت علیؑ کے کہنے سے حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھائی (رضی اللہ عنہم)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وفات سیدہؓ کی اطلاع نہ دی اس وجہ سے وہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہی نہ ہوئی ہو، یہ ناممکن ہے کہ بنت رسول اللہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات ہو اور امیر المؤمنین خلیفہ وقت کو خبر نہ ہو اور پھر جب کہ سیدہ کو غسل دینے اور ان کے جنازے کو تیار کرنے والی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس ہوں۔

جو لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درمیان بوجہ فدک کے ناراضی تھی اور اسی ناراضی کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنازے کی نماز نہیں پڑھائی، یہ محض ان لوگوں کا افتراء ہے جن لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کا بغض ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور سیدہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی ناراضی وغیرہ نہیں تھی (جیسا کہ آئندہ سطور میں آئے گا) اور وہ نماز جنازہ میں شریک ہونے بلکہ بعض معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کی امامت آپ ہی نے فرمائی چنانچہ طبقات ابن سعد جلد ہشتم صفحہ ۲۹ میں دوسندوں سے مروی ہے کہ :-

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور چاکیری

صلى ابوبكر الصديق رضى
الله عنه على فاطمة بنت رسول الله
صلى الله عليه وسلم فكبر عليها

آربعاً۔ کہیں۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن کثیر نے روایت نقل کی۔

کَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ عَلَيَّ فَاطِمَةَ أَرْبَعًا

کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ

رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۹۸)

اور شیخ البلاغہ کی شرح ابن ابی الحدید کی جلد چہارم صفحہ ۱۰۰ میں صاف روایت

موجود ہے :-

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الَّذِي صَلَّى

عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَكَبَّرَ

عَلَيْهَا أَرْبَعًا۔

کہ بلاشبہ حضرت ابو بکر نے حضرت

فاطمہ علیہا السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور

چار تکبیریں کہیں۔

سیدہ المحققین حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی فصل الخطاب کے حوالے سے

نقل فرماتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق حضرت

عثمان حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور

جب جنازہ رکھا گیا تاکہ نماز پڑھی جائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر سے

فرمایا آگے آؤ اور نماز پڑھاؤ۔ حضرت ابو بکر نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں آگے

آؤں حضرت علی نے فرمایا ہاں! پس حضرت ابو بکر آگے ہوئے اور نماز جنازہ پڑھائی

اور چار تکبیریں کہیں۔

علامہ امام علاؤ الدین بن ابی بکر بن مسعود الکاشانی الحنفی فرماتے ہیں۔

رَوَى أَنَّهُ صَلَّى عَلَيَّ فَاطِمَةَ

أَبُو بَكْرٍ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا۔

مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر نے

پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

علامہ عبدالرحمن صفوری فرماتے ہیں کہ جب سیدہ کی وفات ہوئی تو۔

صَلَّى عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ أَمَامًا

يَا مَرْعَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ

ابو بکر نے علی کے امر سے ان کی نماز

جنازہ پڑھائی (رضی اللہ عنہم)

ان روایتوں سے صراحتہ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہرا کے جنازے میں شمولیت فرمائی اور حضرت علی کے کہنے سے امامت فرمائی۔
علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رَوَى أَنَّ الْحُسَيْنَ قَدَّمَ سَعِيدَ
بن العاصِ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ وَقَالَ
لَوْلَا السُّنَّةُ لَمَا قَدَّمْتُكَ وَكَانَ
سَعِيدٌ وَالْيَابِ الْمَدِينَةَ -
مر وی ہے کہ جب حضرت حسن کی
وفات ہوئی تو حضرت حسین نے سعید بن عاص
والی مدینہ کو نماز جنازہ کے لئے آگے کیا اور
فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی کہ خلیفہ وقت ہی
نماز پڑھائے تو میں تمہیں ہرگز آگے نہ کرتا۔

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کے
زمانے میں سنت یہی تھی کہ خلیفہ وقت ہی نماز پڑھایا کرتا تھا، لہذا بلاشبہ حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، کیونکہ وہی اس
وقت خلیفہ برحق تھے۔ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

نماز جنازہ کے بعد آپ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا (رضی اللہ عنہا)

مسئلہ فدک

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت
ابو بکر صدیق نے سیدہ فاطمہؓ کا حق غصب کیا اور باغ فدک جو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے سیدہ کو ہبہ کر دیا تھا یا آپ کی وراثت سے سیدہ کے حصے میں آتا تھا وہ نہ دیا
جس کی وجہ سے سیدہ ان سے ناراض ہو گئیں اور آخری دم تک ناراض رہیں اور ان سے
کلام تک نہ کیا، اور چونکہ سیدہ کی ناراضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی ہے۔
لہذا ابو بکر صدیق نے سیدہ کو ناراض کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کیا۔
یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ سیدہ الصادقین صدیق اکبرؓ پر محض

ایک افتر اور ایک بے بنیاد ناپاک الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ابھی چند سطریں پڑھنے کے بعد قارئین پر اس ناپاک الزام کی حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی اور الزام لگانے والوں کی جہالت اور بے بضاعتی کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے سے پہلے قارئین کرام کو ”فدک“ کا تعارف کرانا ضروری ہے کہ ”فدک“ کیا ہے؟

قاموس لسان العرب، مصباح اللغات اور صحیح بخاری میں ہے کہ ”فدک“ ایک گاؤں ہے جو مضافات خیبر میں خیبر سے ایک منزل اور مدینہ منورہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر ہے، جہاں کھجوروں کے درخت اور پانی کے بہت سے چشمے تھے اور اس کی تسخیر کے متعلق فتح الباری، فتوح البلدان، تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب ۶۲۷ء میں خیبر فتح ہو گیا تو باقی ماندہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور جب ان پر محاصرے کی سختی زیادہ ہوئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ان کا خون معاف کر دیا جائے اور انہیں خیبر سے چلے جانے کی اجازت دی جائے آپ نے ان کی یہ عرض قبول فرمائی، خیبر سے نکل کر انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ ہمیں خیبر ہی میں رہنے دیں تو ہم خیبر کی پیداوار سے نصف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے۔ اور نصف بطور اجرت خود لے لیا کریں گے، نیز باوجود اس کے آپ کو ہر وقت اختیار ہوگا کہ جب چاہیں ہمیں خیبر سے نکال دیں۔ آپ نے اس شرط کو قبول فرمایا۔

جب آپ خیبر سے واپس ہوئے تو آپ نے محیص بن مسعود انصاریؓ کو اہل فدک کے پاس تبلیغ کے لئے بھیجا، فدک کے باشندے یہودی تھے اور ان کا سردار یوشع بن نون ایک یہودی تھا، انہوں نے آپ کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا اور اہل خیبر کی طرح فدک کی پیداوار سے نصف دینے کی درخواست کی۔ آپ نے منظور فرمایا اس طرح ”خیبر“ اور ”فدک“ اسلام کے قبضے میں آئے۔ خیبر لڑائی کے ذریعے سے اور فدک بغیر لڑائی کے صلح کے ساتھ مفتوح ہوا۔ اصطلاح شریعت میں جو جائیداد یا مال لڑائی کے ساتھ ہاتھ

آئے اسے ”فئے“ کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فدک اور اس کی آمدنی مال فئے ہے اور مال فئے کا مصرف قرآن شریف نے صاف اور واضح بیان فرمایا، ارشاد ہوتا ہے۔

مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ...
لِلْمُقْرَّبَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ . ۲۸ (الحشر)

جو مال دلایا اللہ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے تو وہ مال اللہ اور رسول کا ہے اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے..... اور فقیر مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور وہ طالب ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے اور مدد کرتے

ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اور وہی سچے لوگ ہیں۔

اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ مال ”فئے“ جو بغیر لڑائی وغیرہ کے ہاتھ آیا تھا وہ کسی کی خاص ذاتی ملکیت نہیں تھا بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابت داران رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ وہ تمام مسلمان تھے جو فقراء و مساکین اور محتاج وغیرہ تھے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا نبی یا امام یا امیر اپنے اقتدار و اثر اور قوت طاقت سے کوئی جائیداد وغیرہ دشمن سے لڑ کر یا بغیر لڑے صلح سے حاصل کرے تو وہ اس کی ذاتی ملکیت نہیں ہو جاتی اور نہ اس کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس کو اپنی اولاد کی ملکیت میں دے دے بلکہ اس کو اپنی زندگی میں صرف حاکمانہ تصرف اور اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ قانون کے مطابق اس کو صرف کرے، اور نہ ہی اس کی وفات کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی کہ بطور ورثہ اس کے ورثہ میں تقسیم کر دی جائے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ جائیداد آپ کی ذاتی ملکیت نہیں تھی، کیونکہ ذاتی ملکیت تو وہ ہوتی ہے جو وراثت ملے یا اپنے کماٹے ہوئے مال سے خریدی ہو، یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں پھر آپ کی ذات اقدس سے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ اس وقف جائیداد کو جس میں

غریب اور محتاج مسلمانوں کا حق تھا وہ صرف سیدہ فاطمہؓ کو ہبہ کر کے ان کی ملکیت قرار دے دیتے، اس سے تو پھر لازم آتا ہے کہ آپ نے غریبوں اور محتاجوں کا حق مار کر سیدہؓ کو دے دیا، اور اللہ کے ارشاد کی پرواہ نہ کی (نعوذ باللہ من ذالک) کوئی مسلمان ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا جس سے آپ کی ذات پر ایک بدنام دھبہ آتا ہو۔

ہمارا تو ایمان یہ ہے کہ آپ بحیثیت ایک امین اور خازن کے اس پر متولیانا قبضہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو صرف فرماتے تھے اور پھر ہر سال جس قدر غلہ اور ثمرات وغیرہ فدک سے آتے تھے ان کی مالیت بھی اس قدر نہ تھی جو مسلمانوں کو فکرِ معاش سے مستغنی کر دیتی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنے اہل و عیال کی معمولی ضرورتوں کے مطابق الگ کر کے باقی مستحق مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور باوجود اس کے عہد رسالت میں مسلمانوں کی جو مالی حالت تھی وہ سب پر عیاں ہے۔

لیکن اب ہمارے مخالفین کی بھی سنتے کہ ان کے نزدیک باغ فدک کیا ہے چنانچہ ان کے مستند و معتبر علامہ باقر مجلسی "بحار الانوار" میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ معصومہ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ جبیل امین آئے اور آکر کہا اے محمد اٹھو! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اپنے پروں سے آپ کیلئے "فدک" کی حد بندی کر دوں چنانچہ حضور ان کے ساتھ ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد واپس آتے تو خاتونِ جنت کے پوچھنے پر فرمایا کہ جبیل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے اہل روایت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ "فدک" کے مقررہ حدود کیا تھے، اور وہ کس غرض سے قائم کئے گئے تھے۔ لیکن دوسری روایت میں جو اسی کتاب میں علامہ صاحب نے نقل فرمائی ہے، فدک کی حدود کا بھی بیان ہے چنانچہ وہ یوں ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی مرتبہ عرض کیا کہ آپ فدک لے لیجئے لیکن آپ برابر انکار کرتے رہے آخر جب خلیفہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں فدک اس وقت تک نہ لوں گا جب تک کہ وہ مع حدود کے مجھے نہ دیا جائے۔ خلیفہ صاحب نے

مع حدود کے فدک دینے کی قسم کھائی اور حدود دریافت کئے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کی پہلی حد ”عدن“ ہے، دوسری حد ”سمرقند“ ہے یہ سن کر خلیفہ صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر امام صاحب نے فرمایا اس کی تیسری حد ”افریقہ“ اور چوتھی ”کنارہ سمندر“ ہے جو آرمینیا سے بلا ہوا ہے، خلیفہ نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا، امام صاحب نے فرمایا، اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ حدود سن کر تم کچھ بھی نہ دو گے۔“

اور اسی میں ایک روایت اور بھی ہے جو نفس مضمون کے لحاظ سے مختلف نہیں مگر اس کے حدود میں اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ اس میں پہلی حد عرشِ مصر دوسری حد دومۃ الجندل، تیسری اعدا اور چوتھی سمندر بیان کی گئی ہے جسے سن کر خلیفہ صاحب نے کہا، یہ تو ساری دنیا ہے، تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضے میں تھی اللہ نے اس کو بغیر جنگ و جدال کے ”فئے“ کیا اور حکم دیا کہ یہ سب اپنی بیٹی فاطمہ کو دے دو۔“

یہ بات بھی افسوسناک ہے کہ ان کے ہاں کوئی اور روایت موجود نہیں ورنہ عجب نہ تھا کہ ہندوستان اور دیگر بلادِ اسلامیہ جو مسلمانوں نے بعد میں فتح کئے، ضرور فدک کے حکم میں آجاتے۔ بہر صورت ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سلطنتِ اسلامی کا مختصر نام ”فدک“ ہے۔ جسے خدا نے بغیر جنگ و جدال اپنے پیغمبر کے لئے ”فئے“ کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ یہ سب کا سب سیدہ کے حوالے کر دو اہل علم و فہم کے نزدیک ان روایات کی جو وقعت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے، سردست ان کے متعلق سوائے اس کے کہ ”بریں عقل و دانش بیاہد گریست“ اور کیا کہا جائے؟

وراثتِ انبیاء

انبیائے کرام کی وراثت کیا ہے؟ اور کیا ان کا چھوڑا ہوا مال ان کے ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب پہلے شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ”اصول کافی“ کی دو صحیح روایتوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ان العلماء ورثة الانبياء
 وذاك ان الانبياء لم يورثوا درهما
 ولا ديناراً ولا تمراً اوتوا احاديث
 من احاديثهم فمن اخذ بشئ منها
 فقد اخذ حظاً وافراً

بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اس لئے
 کہ انبیائے کرام اپنی وراثت میں درہم و دینار
 نہیں چھوڑا کرتے بلکہ ان کی وراثت ہے
 علم و حکمت کی باتیں پس جو شخص ان کی علمی
 باتوں میں سے کچھ حصہ لیتا ہے وہ بہت

بڑا حصہ لیتا ہے۔ (اصول کافی مع شرح صافی صفحہ ۸۳)

قال رسول الله صلى الله عليه
 وسلم فضل العالم على العابد
 كفضل القمر على سائر النجوم ليلة
 البدر وان العلماء ورثة الانبياء
 لم يورثوا ديناراً ولا درهما ولكن
 اوتوا العلم فمن اخذ منه اخذ
 بحظ وافر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا عالم کی فضیلت بے علم عابد پر ایسی
 ہے جیسے شب بدر میں چاند کی فضیلت
 تمام ستاروں پر کیونکہ علماء انبیاء کے وارث
 ہیں اور بے شک انبیاء اپنی وراثت درہم و
 دینار نہیں بلکہ علم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ سو جو
 شخص اس علم میں سے حصہ لیتا ہے وہ بہت

بڑی چیز لیتا ہے۔ (اصول کافی مع شرح صافی صفحہ ۸۴)

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ انبیاء کی وراثت علم ہے مال نہیں۔

اہل سنت کی کتب سے

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-
 قال رسول الله صلى الله عليه
 وسلم لا نورث ما تركناه صدقة
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث
 نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۰)

حضرت ابو بکر یہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری وفات کے بعد میرے وارث دینار وغیرہ (بطور ورثہ) تقسیم نہ کریں گے اور جو کچھ میں چھوڑوں گا وہ میری بیویوں کے مصداق

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُقْسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَاتَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَوْتِنَا عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ

اور عامل کی اجرت کے بعد صدقہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۰)

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم و دینار اور غلام اور لونڈی کچھ نہ چھوڑا سوائے ایک سفید خچر کے جس پر آپ سواری فرماتے اور چند ہتھیار اور کچھ زمین ان سب کو مسافروں کے لئے صدقہ کر گئے

مَاتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً إِلَّا بِنَفْلَةٍ الْبَيْضَاءِ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا وَسَلَاحَةً وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةٌ (بخاری شریف)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر میراث کا مطالبہ کریں۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں میں نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

إِنَّ أَرْوَاحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوْفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ أَرْوَاحُ أَنْ يَبْعَثُنَّ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلُنَّهُ مِيرَاثَهُمْ فَقُلْتُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْرَثُ مَا تَرَكَتُمْ صَدَقَةٌ (بخاری و مسلم)

فریقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ جمیع انبیائے کرام کی وارثت علم اور ان کے وارث علماء ہوتے ہیں اور باقی جو کچھ وہ چھوڑ جائیں وہ مثل صدقہ کے ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام کا ورثہ ان کی اولاد میں تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے اور علماء ہیں

جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا اور باغ فدک جو حضور کی وراثت سے ان کے حصے میں آیا تھا وہ نہ دیا، کس قدر زیادتی اور بے خبر ہونے کی دلیل ہے۔

اور اگر بالفرض باغ فدک بطور ورثہ تقسیم بھی ہوتا تو پھر بھی صرف سیدہ کا حق نہ تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی نوبتوں اور حضرت عباس (چچا) بھی موجود تھے کیا شرعی قانون سے یہ حقدار نہ تھے؟ اور نوبتوں میں سے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (عائشہ صدیقہ) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (حضرت حفصہ) بھی تھیں کیا حضرت ابو بکر صدیق کو ان سے بھی کوئی عناد تھا کہ ان کی بھی حق تلفی کی؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کی بھی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ کتاب سنت کے مطابق اس کو صرف کیا۔

اعتراضات و جوابات

اعتراض نمبر ۱:- بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سیدہ نے ابو بکر سے مطالبہ کیا کہ حضور کے متروکہ مال فتنے کو تقسیم کیا جائے ابو بکر نے انکار کیا جس سے سیدہ غضب ناک ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں ان سے کلام نہ کیا اور سیدہ کو ناراض کرنا گویا اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرنا ہے لہذا ابو بکر نے سیدہ کو ناراض کر کے اللہ و رسول کو ناراض کیا۔

جواب :- بخاری و مسلم کی حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ سیدہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں یا حضرت ابو بکر نے ان کو ناراض کیا ہو۔ حضرت ابو بکر نے ان کے مطالبہ کرنے پر ان کو صرف یہ فرمایا کہ اے سیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اور خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کروں گا بلکہ اسی حالت

میں رکھوں گا جس طرح آپ کے زلنے میں تھا اور اس میں وہی احکام جاری کروں گا جو آپ جاری کیا کرتے تھے۔ ہاں (آپ کے زمانے کے مطابق) آپ کی آل بھی اس میں سے کھائے گی۔ (مسلم شریف)

بخاری میں ہے کہ یہ سُن کر سیدہ غضب ناک ہوئیں، اور جب تک زندہ رہیں، اس معاملے میں گفتگو نہ فرمائی۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابِلِ غُورِبَاتٍ يَهْمُ كَهَيْئَةِ ابْنِ بَكْرٍ صَدِيقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ كَوْنِي أَيْسًا لِقَوْلِهِمْ كَمَا جَوَانِ كِي تَارِاضِي كَابَاعِثِ هُوَسْكَ، بَلْكَ آفِ نِي حَضُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَارِشَادِ كَرَامِي بِشِي كِيَا اُورِ فَرْمَايَا كَهْ خَدَا كِي قَسْمِ مِي آفِ كِي سُنَّتِ كِي مَطَابِقِ عَمَلِ كِرُورِ كَا اُورِ اس مِي كُوْنِي تَغْيِرُ وَتَبْدَلِ نَهْ كِرُورِ كَا۔

نیز سیدہ نے بھی سن کر یہ نہیں کہا کہ تم غلط کہتے ہو، انبیاء کا ترکہ تقسیم ہوا کرتا ہے لہذا ہمارے ابا جان کا بھی تقسیم ہوگا اور تمہارا قول و فعل ہمارے ابا جان کے قول و فعل کے خلاف ہے۔

تو بلاشبہ یہ ناراضی وقتی طور پر تھی جو بعد میں بالکل نہ رہی، کیونکہ سیدہ کو اپنے ابا جان کا ارشاد معلوم ہو گیا تھا اور سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں۔ چنانچہ امام بیہقی نے شعبی سے صحیح حدیث وایت کی ہے۔

انَّ اَبَا بَكْرٍ عَادَ فَاطِمَةَ فَقَالَ
لَهَا عَلِيُّ ابُو بَكْرٍ لَيْسَ تَاذِنَ عَلِيكَ
قَالَتْ اَتَحِبُّ اَنْ اُذِنَ لَهٗ قَالَ نَعَمْ
فَاذِنْتِ لَهٗ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَرَضًا هَا
حَتَّى رَضِيَتْ وَهُوَ (زرقانی علی المواب صفحہ ۶۶)

کہ حضرت ابو بکر حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے تو حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے کہا کہ ابو بکر تمہارے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں حضرت فاطمہ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ میں انہیں اجازت دوں بہتر ہے

علی نے کہا ہاں! تو حضرت فاطمہ نے اجازت دی۔ حضرت ابو بکر سیدہ کے پاس آئے اور انہیں راضی کیا یہاں تک کہ سیدہ راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر بھی راضی ہو گئے۔

باوجود اس کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جبرم نہیں کیا تھا، بلکہ حضورؐ

کی قولی اور فعلی سنت کو پیش کیا تھا اور اسی پر عمل کیا تھا، پھر بھی سیدہ کی ناراضی کا ان کو کس قدر احساس تھا کہ تشریف لائے اور سیدہؓ کو راضی کیا اور آپ بھی راضی ہو گئیں کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہے وہ حق اور درست ہے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو سوال یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا عہدِ خلافت تھا اس وقت پوری طاقت و قوت آپ کے ہاتھ میں تھی پھر انہوں نے باغِ فدک سیدہ کی اولاد کے حوالے کیوں نہ کیا جب کہ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ امانت اہل امانت کے پاس پہنچا دو! انہوں نے اہل حق کو ان کا حق واپس کیوں نہ کیا؟ اگر جواب یہ ہو کہ اہل بیت کرامؑ غضب شدہ مال واپس نہیں لیتے کیونکہ یہ ان کی شانِ اقدس کے خلاف ہے، تو پھر منکر کے بقول خلافت بھی تو حضرت علیؓ کا حق تھا جو خلفائے ثلاثہ نے غضب کر لیا تھا تو وہ غضب شدہ خلافت حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ نے کیوں لی؟ ہا تو ابرہانکم ان کنتم صدیقین۔

اعترض نمبر ۲ :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوصیکم اللہ فی اولادکم (الآیۃ) جس میں میراث کے قوانین بیان فرمائے گئے ہیں عام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں لہذا جس طرح ہمارا ورثہ ہماری اولاد میں تقسیم ہوتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تقسیم ہونا چاہیے تھا، حضرت ابو بکرؓ نے حضور کا ورثہ تقسیم نہ کر کے اس حکم الہی کے خلاف کیا۔

جواب :- آیۃ کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم میں خطاب امت کو ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بالاتفاق مستثنیٰ ہیں اور دلیل اس پر یہ ہے اللہ تعالیٰ نے قانون وراثت بیان کرنے کے بعد فرمایا :-

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ يَدْخِلْهُ جَنَّاتٍ (الایۃ)

یعنی یہ اللہ کی (مقررہ) حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہوتے ان حدود کے اندر رہے گا اُسے اللہ جنت میں داخل کرے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس سے مستثنیٰ ہیں ورنہ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَمَا مَطْلَبُ كَيْفَ هُوَ؟
قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ضمیر ”كُمْ“ جمع مخاطب موجود ہے جس سے حضور
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ باتفاق فریقین مستثنیٰ ہیں مثلاً۔

(۱) فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ
لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ
وَرُبْعَ - (النساء)
تو نکاح میں لاؤ ان عورتوں کو جو
تمہیں خوش آئیں دو دو، تین تین اور
چار چار۔

اس آیہ کریمہ میں بھی خطاب اُمت کو ہے۔ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس سے مستثنیٰ
ہیں، چنانچہ آپ کے نکاح میں بیک وقت نو بیویاں تھیں۔

(۲) وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ
اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔

(۳) وَعَلَّمُوا أَن فِیْكُمْ رَسُولٌ
اور جان لو کہ اللہ کا رسول تم میں

اللہ۔ موجود ہے۔

ان دونوں آیتوں میں كُمْ ضمیر مخاطب موجود ہے مگر حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مستثنیٰ ہیں۔ علیٰ نذر القیاس، اسی طرح یُوصِیْكُمْ اللَّهُ فِیْ أَوْلَادِكُمْ میں خطاب اُمت
کو ہے، آپ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اعتراض نمبر ۳ :- اگر انبیائے کرام کا مالی ورثہ ان کے ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا تو اس

آیہ کریمہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ، کہ وارث ہوئے سلیمان داؤد کے کا کیا مطلب ہوگا۔

جواب :- اس آیت میں جس وراثت کا ذکر ہے، اس سے مالی وراثت

مراد نہیں بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان
ہی وارث نہ ہوتے۔

نیز اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو اس کے ذکر ہی کی کیا ضرورت تھی، حضرت سلیمان بلا شک و

شبه حضرت داؤد کے بیٹے تھے اور بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

خصوصیت کے ساتھ بیان فرمانا ہی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وراثت علمی تھی نہ کہ مالی

ورنہ دنیا کے مال کا وارث ہو جانا بھی کسی نبی کے فضل و کمال کا باعث ہو سکتا ہے؛
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا، اور بلا شک و شبہ
 ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا۔ یعنی وہ علم و حکمت اور نبوت جو ہم نے داؤد کو عطا
 فرمائی تھی، اس کے وارث ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ شیعہ مذہب
 کی معتبر کتاب "اصول کافی" کی ایک فیصلہ کن روایت ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ان سلیمان وریث داؤد وان
 محمد اصلی اللہ علیہ وسلم وریث
 سلیمان۔
 یعنی بے شک سلیمان وارث ہوتے
 داؤد کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وارث
 سلیمان کے۔

معلوم ہوا کہ داؤد کی وراثت مالی نہ تھی :- میں متنب جس کے وارث سلیمان ہوئے اور
 حضرت سلیمان کی وراثت کے وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے، حالانکہ ہمارے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سلیمان کے درمیان کسی پشتیں گزریں، کیا کوئی ثابت کر سکتا
 ہے کہ حضرت سلیمان کا وہ کون سا متروکہ مال تھا جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وارث
 ہوئے؟

اعتراض نمبر ۴ :- حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی :-

فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا رِثِي
 وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ۔
 تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا
 ڈال جو میرا کام اٹھالے وہ میرا جانشین
 ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو۔

جواب :- اس آیت سے تو معترض کی سخت تردید ہوتی ہے اور اس کے
 مبلغ علم کا بھی پورا پورا اندازہ ہوتا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام عرض کر رہے ہیں اے اللہ
 مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو میری رِثِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ میرا اور آل یعقوب کا وارث
 بنے حضرت یحییٰ حضرت زکریا کے تو وارث بن سکتے تھے مگر آل یعقوب کے وارث کس
 طرح؟

حالانکہ حضرت زکریا اور حضرت یعقوب کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ کیا آل یعقوب کا مال ابھی تک غیر منقسم بڑا ہوا تھا جس کا وارث حضرت یحییٰ کو بننا تھا؟ درحقیقت اس آیت سے مراد یہی ہے کہ اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو میرے بعد میرے منصب نبوت اور میرے علم و حکمت کا وارث بنے اور یہی آل یعقوب کا ورثہ تھا۔

مسد ذک اور وراثت انبیاء اور اعتراضات کے جوابات مختصر طور پر ہدیہ ناظرین ہیں، اہل انصاف حضرات کے لئے اسی قدر کافی ہے اور دوسروں کے لئے دفتروں کے دفتر بیکار، اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو بعض و حد سے پاک فرمائے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللَّهُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَىٰ حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

نورِ نظرِ مصطفیٰ، جانِ مرتضیٰ، راحتِ حسنینِ محبتی، مخدومہ کائنات، اُمّ السادات، سرسرخواتین جہاں، فخرِ مادرِ اہل، خاتونِ جنتِ حضرتِ طیبہِ طاہرہ، ذاکرہ عابدہ، راضیہ سیدہ، فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کچھ فضائل و حالات لکھنے کے بعد اُمّ المؤمنین حبیبہ حبیبہ، صدیقہ بنت صدیق، عتیقہ بنت عتیق، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی کچھ فضائل و مناقب حصول برکت و سعادت کے لیے پیش خدمت ہیں۔ تاکہ مسلمان بھائیوں اور مسلمان بہنوں کو ان پاکیزہ ہستیوں کے درجات و مراتب، فضائل و محامد، علم و فضل، زہد و تقویٰ جو دوسخا، عبادت و ریاضت، شرم و حیا اور دیگر اعمالِ حسنہ کا علم ہو جائے نیز مسلمان خواتین ان کی سیرت مقدسہ سے سبق حاصل کریں اور ان کی اتباع کر کے اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنائیں۔

ناچیز محمد شفیع الخطیب اوکاروی عفا اللہ عنہ کراچی۔

فَصَائِلُ

أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

حَضْرَتِ

عَائِشَةَ صَدِيقَةَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

بِنْتِ صَدِيقِ آرَامِ جَانِ نَبِيِّ
اس حريم برأت پہ لاکھوں سلام

حضور اکرم رحمتِ عالم نورِ مجسمِ شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ کا لقب ہی محبوبہ محبوب رب العالمین ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوہٴ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ :

أُمِّي النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ
عَائِشَةَ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ
أَبُوهَا - (بخاری شریف صفحہ ۵۱۷)

آپ کو تمام لوگوں میں سب سے
زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ انہوں
نے کہا، مردوں میں؟ فرمایا، ان کا باپ

(ابو بکرؓ)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی، اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ سے

فرمایا :-

اے بیٹی عائشہ کی ریس نہ کیا کرو وہ تم سے خوبصورت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہے۔

يَا بَيْتَةَ لَا تَفْرَيْنَاكِ هَذِهِ الَّتِي
اعجبتنا حُسْنَهَا حَبَّ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّهَا يَرْيَدُ
عَائِشَةَ : (بخاری شریف صفحہ ۷۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے وظیفے مقرر کئے تھے تو آپ نے دیگر ازواج مطہرات کے دس دس ہزار اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ ہزار مقرر کئے۔ حضرت عائشہ کے دو ہزار زیادہ کئے اور فرمایا یہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں۔

وَزَادَ عَائِشَةَ الْفَيْنِ وَقَالَ إِنَّهَا
حَبِيبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (المترک صفحہ ۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے :-

اے اللہ! یہ عادلانہ تقسیم جو میرے اختیار میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور دین کی برابری) وہ تو میں کرتا ہوں اور وہ جو میرے اختیار میں نہیں (یعنی عائشہ سے بی محبت) اس سلسلے میں مجھے ملامت نہ کرنا، یعنی معاف کرنا۔

اللَّهُمَّ هَذَا قِسْمِي فِي مَا أَمْلِكُ
فَلَا تَلْمِئْنِي فِي مَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ
يَعْنِي الْقَلْبَ (ابوداؤد شریف صفحہ ۳۳۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے ہو کہ اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ
النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ (النساء - ۱۲۹)

کر سکو۔ اگرچہ تمہیں اس کی بڑی خواہش ہو۔

یعنی اگر ایک سے زائد بیویاں تمہارے نکاح میں ہوں تو یہ تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور چاہت وغیرہ میں مساوات اور برابری رکھ سکو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فطری امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اے اللہ قلب کا معاملہ آپ کے

اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں، لہذا عائشہؓ کی محبت کے معاملے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔

چونکہ تمام صحابہ کرام جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ سے زیادہ محبت ہے اس لئے جس دن ان کی باری ہوتی اس دن صحابہؓ آپ کی خدمت میں ہدیتے اور تحفے بھیجتے اور آپ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتے۔ بعض ازواج مطہرات کو اس کاشدت سے احساس ہوا تو انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضور کی خدمت میں عرض کرو کہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ میں جہاں بھی ہوا کروں ہدیتے اور تحفے بھیجا کرو اور عائشہ کے دن کی تخصیص نہ کیا کرو۔ حضرت ام سلمہ نے یہ آپ سے کہا تو آپ نے ان سے فرمایا :-

يَا اُمَّ سَلْمَةَ لَا تُؤْذِيَنِي فِي
عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمَرِي نَزِلُ عَلَيَّ
وَمَعِيَ اَحَدٌ مِّنْ نِّسَائِي الْاَعَائِشَةَ
فَاِنَّ الْوَحْيَ نَزَلَ عَلَيَّ وَهِيَ مَعِيَ فِي
لِحَافِي (کنز العمال صفحہ ۲۲۵)

اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے
میں ایذا نہ دو کیونکہ میری بیویوں میں سے
سوائے عائشہ کے اور کوئی میرے ساتھ
ہوتی ہے تو مجھ پر وحی نہیں آتی اور عائشہ
میرے ساتھ میرے لحاف میں ہوتی ہے
تب بھی مجھ پر وحی آتی ہے۔

آخر سب ازواج مطہرات نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں حضرت سیدہ نے ان کی طرف سے درخواست پیش کی۔ آپ نے فرمایا :-

يَا بِنْتِي الْاَلَا تُحِبِّيَنِي مَا اَحَبُّ
فَقَالَتْ بَلَى فَرَجَعْتِ اِلَيْهِنَّ فَاخْبَرْتُهُنَّ
فَقُلْنَ اَرِجِعِي اِلَيْهِ فَاَبْتِ اَنْ تَرِجِعَ۔

اے میری بیٹی! جس کو میں محبوب
رکھوں کیا تم اس کو محبوب نہیں رکھو گی؟
انہوں نے کہا کیوں نہیں! سیدہ واپس

آئیں اور ازواج کو بتایا انہوں نے پھر بھیجنا چاہا تو سیدہ نے انکار کر دیا۔ (بخاری شریف صفحہ ۱۲۵)۔
آپ اکثر حضرت عائشہؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو جاتے۔ ان کے ساتھ ایک دسترخوان بلکہ

ایک برتن میں کھانا کھاتے۔ کھانے میں محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ چوستیں۔ پیالے میں وہیں منہ رکھ کر پیتے جہاں حضرت عائشہ منہ لگاتیں۔
(منذ ابوداؤد طیاسی صفحہ ۲۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک فارسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی کہ اے اللہ! میری دعا قبول فرما اور میری دعا قبول فرما۔ اُس نے آپ کی دعوت کی۔ فَقَالَ وَهَذِهِ لِعَائِشَةَ تَوَّابٍ نَعَى فَرَمَا يَسْتَعِينُ عَائِشَةَ كَيْ يَحْيَى؟ فَقَالَ لَا! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا؛ تَوَّابٍ نَعَى كَمَا نَحَى! حُضُورَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْرَمَا، پھر میں بھی قبول نہیں کرتا، وہ چلا گیا، پھر دوبارہ آیا تو پھر یہی سوال و جواب ہوا۔ تیسری مرتبہ پھر آیا تو آپ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ ساتھ عائشہ بھی ہوگی؟ اس نے کہا، جی ہاں! پھر آپ اور حضرت عائشہ اس کے گھر گئے (مسلم شریف صفحہ ۱۶۶)

شامین حدیث فرماتے ہیں کہ آپ کے تنہا دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز گھر میں فاقہ تھا، آپ کے انس و محبت اور لطف و کرم سے بعید تھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر اکیلے کھانا کھالیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے فقیر کا یہ طریق تھا کہ اگر کھانا پکاتا تو اس کا ثواب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر المؤمنین حضرت فاطمہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی ارواح مقدسہ کے لئے ہی خاص کرتا تھا اور ازواج مطہرات کا نام شامل نہ کرتا تھا، تو:

شبے در خواب می بیند کہ آل سرور حاضر است علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فقیر برایشان عرض سلام می کند متوجہ فقیر نمی شوند در بجانب دیگر دارند، دریں اثنا بہ فقیر فرمودند کہ من طعام در خانہ عائشہ میخورم مگر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد این نماں

ایک رات خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چہرہ انور دوسری جانب پھیر لیا اور فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہ (صدیقہ) کے گھر کھانا کھاتا ہوں

فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف
ایشان آل بودہ فقیر حضرت صدیقہ رادر
طعام شریک نہ می ساخت بعد ازاں حضرت
صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ
اہل بیت اند شریک می ساخت ذبیح
اہل بیت تو سل می نمود۔
بلکہ سب اہل بیت شریک کیا کرتا اور تمام اہل بیت کو اپنے لئے وسید بنا تا تھا (مکتوبات
شریف دفتر دوم حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۶)

آپ سفر میں ازواج مطہرات میں سے ایک کو ساتھ رکھتے تھے اس میں بہت سی
حکمتیں تھیں۔ اس سلسلے میں آپ ان کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام آجاتا وہ آپ کی
رفیق سفر ہوتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ متعدد بار سفر میں آپ کے ساتھ رہی ہیں۔ ایک مرتبہ
سفر میں آپ نے تمام صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم فرمایا اور حضرت عائشہ سے کہا آؤ دوڑ
لگائیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ دوڑ سے تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں۔
کچھ عرصے کے بعد پھر ایسا موقع آیا پھر دوڑ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے
نکل گئے۔ فقال هذه بتلك السبقۃ۔ اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے (البداء صفحہ ۴۰۳)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ!
جب تم مجھ سے راضی یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے پتہ لگ جاتا ہے فرماتی ہیں۔ میں نے عرض
کیا کیسے یا رسول اللہ؟

فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی
ہو رب محمد کی قسم اور جب ناراض ہوتی ہو
تو کہتی ہو رب ابراہیم کی قسم! تو میں نے
عرض کیا ہاں صرف زبان سے آپ کا نام
چھوڑ دیتی ہوں، دل تو محبت سے لبریز ہی ہوتا ہے۔

اللہ کا محبوب بننے جو تمہیں چاہے

اس کا تو بیاں ہی نہیں تم جسے چاہو

یہ وہ روایات پیش کی گئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ سے کتنی محبت تھی اور وہ روایات جن سے حضرت عائشہ کی حضور سے بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے ہم نے یہاں نقل نہیں کی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے لئے اٹھتے۔ جب رات آخر ہوتی تو حضرت عائشہ کو اٹھاتے تو وہ بھی اٹھ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھتیں۔ جب صبح ہو جاتی تو آپ سنت نماز پڑھ کر ایک کروٹ لیٹ جاتے اور حضرت عائشہ سے بائیں کرتے۔ کبھی کبھی آپ اور حضرت عائشہ رات بھر اس طرح عبادت میں مشغول رہتے کہ آپ امام ہوتے اور حضرت عائشہ مقتدی ہوتیں۔

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھیں مگر حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آنا خود پستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں۔ بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں۔ وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ آپ کے سر مبارک میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں۔ جسم مبارک پر عطر مل دیتی تھیں۔ آپ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ سوتے وقت مسواک اور پانی سر ہانے رکھتی تھیں۔ مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں۔

ایام مرض الموت میں آپ نے تمام ازواج مطہرات کو جمع کر کے ان سے حضرت عائشہ کے پاس رہنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے خوشی سے اجازت دی تو آپ نے ظاہری زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے پاس ان کے حجرے میں گزارے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے بھائی عبدالرحمن میرے حجرے میں آئے۔ ان کے پاس تازہ مسواک تھی۔ آپ نے اس مسواک کی طرف دیکھا۔ میں نے وہ مسواک ان سے لے لی اور اپنے منہ میں ڈال کر اس کو چبایا اور نرم کر کے آپ کو دی۔ آپ نے اس کو استعمال کیا۔ آپ کی آخری ساعتوں میں اللہ تعالیٰ نے میرا اور آپ کا لعاب پیہن

جمع کر دیا۔ آپ نے میری گود میں انتقال فرمایا، انتقال کے وقت آپ کا چہرہ انور میرے سینے پر تھا۔ (ابن اشیر۔ ابن سعد)

حضرت عائشہ کا یہی حجرہ مبارکہ آپ کی آخری آرام گاہ اور قیامت تک کے لئے جن وانس اور فرشتوں کی زیارت گاہ بن گیا۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حضرت عائشہ سے جو بہت زیادہ محبت تھی اس کی وجہ حسن و جمال نہ تھا بلکہ ان کی دینداری اور باطنی فضل و کمال تھا۔ نگاہ نبوت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اُن کی ذات سرِ ایا فیض و برکت بنے گی اور اُمت کو ایک تہائی دین اُن کے ذریعے سے ملے گا۔

فضائل و مناقب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنكُمُ الرِّجْسَ اٰهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَکُمْ تَطْهِيرًا۔

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ
نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی کو دور
فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا

کر دے۔

اس آیت کے سیاق و سباق پر نظر کی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے یُنْسَاۗءُ النَّبِیِّ خُطَابٍ صریح طور پر موجود ہے اور ”بیوت“ کی نسبت بھی انہیں کی طرف کی گئی ہے، چنانچہ آیت ہذا سے پہلے فرمایا:۔ وَقَدْ فِیْ بَیُوْتِکُمْ اور آیت ہذا کے بعد فرمایا:۔ وَاذْکُرْنَا مَا یُثَلِّیْ فِیْ بَیُوْتِکُمْ۔

نیز سورہ ہود میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَلْعَجِبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةً اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اٰهْلَ الْبَیْتِ۔

سورۃ طلاق میں مطلقہ عورت کے متعلق فرمایا :-

وَلَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ

سورۃ یوسف میں بھی بیت کی نسبت زلیخا کی طرف کرتے ہوئے فرمایا :-

وَمَا أَوْدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا

ثابت ہوا کہ ازواجِ مطہرات یقیناً اہل بیت ہیں اور یہ بھی یقیناً حق ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور دوسرے اقارب مثل حضرت عباس و جعفر و حمزہ رضی اللہ عنہم سب اہل بیت میں داخل ہیں مگر ازواجِ مطہرات بدرجہ اولیٰ ہیں

یہاں تطہیر سے مراد قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ

اے نبی کی بیویو تم دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو۔ (الاحزاب آیت ۳۲)

یعنی تمہارا مقام و مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں کیونکہ تمہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا گیا ہے۔ فرمایا :-

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرًا مَرْتَبِينَ

وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا (الاحزاب ۳۱)

عمل کرے ہم اس کو دو گنا اجر و ثواب دیں گے اور تیار کی ہے ہم نے اس کے واسطے عزت کی روزی۔

ازواج کو اعمالِ صالحہ پر دگنا اجر و ثواب ملنا ان کی عظمت و شان کی روشنی میں ہے

وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ :- فرمایا :-

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ

لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ

لِلطَّيِّبَاتِ - (النور ۲۶)

گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے اور پاک مرد پاک عورتوں کے واسطے اور پاک

عورتیں پاک مردوں کے واسطے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طیبین کے سردار ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات طیبات کی سردار ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب اور افضل ترین بیوی ہونے کی حیثیت سے ان مراتب و خصوصیات کی سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے پسند فرمایا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کہ جب خدیجہ کا انتقال ہو گیا تو جبریل بنزنگ کے ریشمی کپڑے میں عائشہ کی صورت کے ساتھ آئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دنیا اور آخرت میں آپ

مِمَّا تُوْفِيَتْ خَدِيْجَةُ نَزَلَ جِبْرِيلُ بِصُورَةِ عَائِشَةَ فِي سَرَقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَ زَوْجَتُكَ فِي الْاٰخِرَةِ۔

کی بیوی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا :-

کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔ (کنز العمال)

اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ زَوْجَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔

صفحہ ۲۲۵، المتدرک صفحہ ۱۰۱

اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ ہوگا اور یقیناً حضرت عائشہ اسی مقام میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مردوں میں تو بہت سے کاگزے لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوتی اور عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر۔

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَشِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاَسِيَّةُ اَمْرَةَ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَي النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَي سَائِرِ الطَّعَامِ۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۳۲)

ف ! ثرید ایک عربی کھانا ہے جو روٹی کو شوربے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ثرید عربوں میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب منافقین نے ان کی عزت و آبرو پر ناپاک حملہ کیا اور ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دامنی کی شہادت دی اور تہمت لگانے والوں کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے کر ان کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔

حالانکہ جب نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک بچے سے ان کی پاک دامنی کی شہادت دلوائی اور حضرت مریم صدیقہ پر تہمت لگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو اس وقت گوو کے بچے تھے شہادت دلوائی۔ حضرت جبریل عابد و زاہد پر تہمت لگی تو اللہ تعالیٰ نے چردلہمے کے چند دنوں کے بچے سے شہادت دلوائی تھی، لیکن یہ حضرت عائشہ صدیقہ کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ خود شہادت دے کر ان کی عظمت و شان کے ڈنکے بجاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو درختوں کے پتے، زمین کی ریت کے ذرے، سمندر کے پانی کے قطرے اور جانور بھی شہادت دیتے، مگر یہ محبوب کی محبوبہ، صدیق اکبر کی بیٹی، صدیقہ اکبری کی عزت و آبرو کا مسئلہ تھا، بلکہ درپردہ اس کے محبوب کی عزت و ناموس کا مسئلہ تھا، یہاں احکم الحاکمین، خالق السموات والارض خود شہادت دیتا ہے۔

اسی طرح ایک سفر میں حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں کہ رات کے وقت ان کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ نے ایک آدمی اس کے ڈھونڈنے کو بھیجا اور خود حضرت عائشہ کے زانو پر سر انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ صبح قریب تھی اور وہاں پانی مطلقاً نہ تھا، جب نماز کا وقت قریب ہو گیا تو لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ نے ساری فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر سیدھے حضرت عائشہ کے پاس پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان

کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے انہوں نے غصے سے حضرت عائشہ کے پہلو میں کئی کوچے دیئے اور تمہاری وجہ سے دن ایک نئی مصیبت سب کے آپڑی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر آرام فرما رہے تھے انہوں نے جنبش تک نہ کی کہ کہیں آپ کے آرام میں خلل نہ واقع ہو جائے۔ کچھ دیر بعد آپ بیدار ہوئے صحابہ سخت بے چین تھے کہ وضو کہاں سے کریں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقابرت کی ہو تو تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (نساء آیت ۷)

آیت کے نزول پر وہی صحابہ جو سخت بے چین اور پریشان تھے خوشی و مسرت سے اپنی ماں کو دعا دینے لگے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔

مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ (بخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے فرمایا :-

اے صدیقہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، خدا کی قسم جب بھی آپ پر کوئی ایسا امر پیش آتا ہے جو آپ کو ناگوار گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے

جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ لَكَ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا (بخاری)

اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرمادیتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے اتنے ناراض تھے کہ غصے سے حضرت

عائشہ کے پہلو میں کئی کوچے دیتے تھے، اب فخر کے ساتھ اپنی بیٹی سے فرما رہے تھے۔
انک لمبارکۃ بلاشبہ تو بہت مبارک ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما
کان اعظم بركة قلا دتیکہ اے صدیقہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم شان برکت
ہے کہ مسلمان تمہارے صدقے میں سفر، بیماری اور محبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت
حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا۔ اُمّ المؤمنین :-
فکان ذالک بسببک و بركاتک
اللہ تعالیٰ نے تمہارے سبب اور
تمہاری برکت سے اُمت کو یہ (تیمم کی)
رخصت عنایت فرمائی (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۵)

(ابن سعد صفحہ ۷۵)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم میں فخر سے نہیں کہتی بلکہ تحدیث
نعمت کے طور پر کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دس باتیں ایسی عطا فرمائی ہیں جو کسی اور کو نہیں
ملیں :-

فرشتہ میری صورت لے کر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
آیا۔ جب میں سات برس کی تھی تو آپ
نے مجھ سے نکاح کیا اور تو برس کی عمر
میں رخصتی ہوئی۔ میرے سوا آپ کی کوئی
بیوی کنواری نہ تھی۔ جب میں اور آپ
ایک ہی لحاف میں ہوتے تب بھی وحی آتی۔
میں آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھی
میری شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں

جاء الملك بصورتی الی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتزویجی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وانا ابنة سبع سنین و اهدیت
الیہ وانا ابنة تسع سنین و
تزوجنی بکراً و لذیکن فی احد
من الناس و کان یأثیہ الوحی وانا
وہو فی لحاف واحد و کنت من
احب الناس الیہ و نزل فی آیات

مِنَ الْقُرْآنِ كَادَتْ الْأُمَّةُ تَهْتِكُ فِيهَا
 وَرَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 وَلَمِيرَةَ أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ غَيْرِي
 وَقَبِيضٍ فِي بَيْتِي لَوْ يَلِيهِ أَحَدٌ غَيْرُ
 الْمَلِكِ إِلَّا أَنَا وَفِي الطَّبَقَاتِ لِابْنِ
 سَعْدٍ وَمَاتَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي كَانَ
 يَدُورُ عَلَيَّ فِيهَا وَدُفِنَ فِي بَيْتِي -
 میں ہے کہ آپ کا وصال اس رات ہوا جو میری باری کی رات تھی اور آپ میرے
 گھر ہی میں دفن ہوئے۔ (المترک صفحہ ۱۰۰ ابن سعد صفحہ ۶۳)

باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا درجہ اور مرتبہ عطا فرمایا تھا اور نبی کریم
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی محبوبیت سے نوازا تھا مگر آپ کی عاجزی و انکساری کا
 یہ عالم تھا کہ جب کوئی منہ پر آپ کی تعریف کرتا تو آپ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔
 ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر
 آپ کی تعریف کی، سُن کر فرمایا:-
 کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتی ہوتی۔
 کبھی فرماتیں اے کاش! میں پتھر ہوتی۔ اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑ ہی
 بوٹی ہوتی (ابن سعد)

اسی طرح ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے کہا کہ میں تم
 سے افضل ہوں اس لئے کہ میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا جگر پارہ ہوں۔ حضرت
 عائشہ نے فرمایا، دنیا میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہی ہو اور آخرت میں میں نبی کریم
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ بحیثیت زوجہ کے ہوں گی ایک تو دائمی معیت دوسرے
 وہی درجہ جس میں آپ ہوں گے۔ یہ دونوں باتیں مجھے حاصل ہوں گی جو تمہیں حاصل نہ
 ہوں گی، کیونکہ تم علی کے ساتھ ہوگی اور جنت میں برتر ہونا دلیل افضلیت ہے۔ یہ سُن

کرفاطمہ چُپ ہو گئیں۔

تو حضرت عائشہ کھڑی ہو گئیں اور
سیدہ کے سر کو چوم کر کہنے لگیں، اے
کاشش! میں تمہارے سر کا ایک بال

فَقَامَتْ عَائِشَةُ وَقَبَّلَتْ
رَأْسَهَا وَقَالَتْ يَا لَيْتَنِي شَعْرَةٌ
فِي رَأْسِكَ۔

ہوتی۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۶)

علم و فضل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وسلّم پر کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش
نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ
سے پوچھا ہو مگر ان کے پاس اس کا

مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ
قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا
عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا۔

علم نہ پایا ہو۔ (ترمذی مناقب عائشہ)

امام زہری جو تابعین کے امام و پیشوا تھے جنہوں نے بڑے بڑے صحابہ کی
اعوش میں تعلیم و تربیت پائی تھی، فرماتے ہیں:

حضرت عائشہ نے تمام لوگوں میں
سب سے زیادہ علم والی تھیں۔ بڑے
بڑے صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

كَانَتْ عَائِشَةُ أَعْلَمَ النَّاسِ
لَيْسَ لَهَا إِلَّا كَابِرٌ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی امام زہری فرماتے ہیں۔

اگر تم لوگوں اور ازواج النبی صلی
اللہ علیہ وسلّم کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا
تو حضرت عائشہ کا علم ان سب سے بڑھ
جاتا۔ (متدرک حاکم صفحہ ۱۱)

لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ
ثُمَّ عِلْمُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَانَتْ عَائِشَةُ أَوْسَعَهُمْ
عِلْمًا۔

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ جو صحابہؓ کے بعد مدینہ منورہ کے سات مشہور اہل علم

تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں :-

كَانَتْ عَائِشَةُ قَدْ اسْتَقَلَّتْ

بِالْفِتْوَى فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ
وَعَثْمَانَ وَهَلُمَّ جُرَّ إِلَى أَنْ مَاتَتْ

يَرْجِعُهَا اللَّهُ (ابن سعد صفحہ ۳۷۵)

برابر فتوے دیتی ہیں۔

حضرت عائشہ حضرت ابو بکر کے زمانہ

خلافت ہی میں مستقل طور پر افتاء کا منصب

حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت عمر، حضرت

عثمان اور ان کے بعد آخر زندگی تک وہ

كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِي فِي عَهْدِ

عُمَرَ وَعَثْمَانَ بَعْدَهُ يُرْسِلَانِ إِلَيْهَا

فِي سَلَانِهَا عَنِ السُّنَنِ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنتوں کے متعلق پوچھوایا کرتے تھے (ابن سعد صفحہ ۳۷۵)

حضرت عطاء بن ابی الرباح تابعی جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل ہے،

فرماتے ہیں۔

كَانَتْ عَائِشَةُ أَفْقَهُ النَّاسِ

وَاعْلَمَ النَّاسِ وَأَحْسَنُ النَّاسِ رَأْيًا

فِي الْعَامَةِ (متدرک حاکم صفحہ ۱۴۳، الاستیعاب

صفحہ ۷۶۵)

حضرت عائشہ سب سے زیادہ سمجھنے

والی سب سے زیادہ علم والی اور لوگوں میں

سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِسُنَنِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَلَا أَفْقَهُ فِي رَأْيٍ إِنْ اِخْتِجَ إِلَى

رَأْيِهِ وَلَا أَعْلَمُ بِآيَةٍ فِيهَا نَزَلَتْ

وَلَا فَرِيضَةٌ مِنْ عَائِشَةَ .

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنتوں کو سب سے زیادہ جاننے والا

اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے

ان سے زیادہ با سمجھ اور آیتوں کے شان

نزدول اور فرائض کے مسائل کا زیادہ جاننے

حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔ (طبقات ابن سعد صفحہ ۳۶۵)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِالْحَلَالِ
وَالْحَرَامِ وَالْعِلْمِ وَالشَّعْرِ وَالطِّبِّ
مِنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ
میں نے حلال و حرام اور علم
اور شاعری اور طب میں اُمّ المؤمنین عائشہؓ
سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (متدرک صفحہ ۱۱)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها سے زیادہ خوش کلام کسی کو نہیں
دیکھا۔ (متدرک حاکم صفحہ ۱۱، ترمذی باب المناقب)

حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں :-

مَا سَمِعْتُ الْكَلَامَ مِنْ
فِي مَخْلُوقٍ أَفْخَمَ وَلَا أَحْسَنَ مِنْهُ
مِنْ فِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
میں نے کسی مخلوق کے مُنہ کی بات
حسن بیان اور متانت میں حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنها کے مُنہ کی بات سے
عمدہ اور بہتر نہیں سنی۔

بلاشبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم و فضل میں نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں
میں بھی ممتاز تھیں۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور فقہ و احکام شریعت میں ان کا مرتبہ
بہت بلند ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ معلم شریعت خود گھر میں تھا۔ شب روز اس کی صحبت
منتیہ تھی۔ روزانہ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی مجلس
منعقد ہوتی اور حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد کے ساتھ تھا وہ آپ کے ارشادات کو نہایت
غور سے سنتیں۔ اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو
دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں۔ ہمیشہ مسائل دریافت کرتی رہتی تھیں اور بعض ترسب بعض مسائل
میں بحث بھی کرتی تھیں اور جب تک تسلی نہ ہو جاتی چھوڑتی نہیں تھیں۔ بحث و مباحثہ
میں بے تکلفی ہوتی مگر سیدہ ہرگز حد ادب تجاوز نہ کرتیں۔ ان کا بحث کرنا گستاخی میں داخل نہیں

وہ اگر مباشرت نہ کریں تو اُمتِ محمدیہ بہت سے اسرار اور مسائل سے نا آشنا رہتی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پوری اُمت پر اور خصوصاً مسلمان خواتین پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات اور ارشادات کو صحیح صورت میں اُمت کے سامنے پیش کیا اور سینکڑوں مسائل جن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے تھے، ان کی تشریح و توضیح فرما کر صاف کر دیا۔ انکی ان علمی و دینی خدمات کو سامنے رکھا جائے تو بلاشبہ عورتوں میں کوئی بھی ان کی ہم پایہ و ہم مرتبہ نظر نہیں آتی۔

عورتوں کے بعض پردے کے مسائل جن کی تفصیل نہ تو عورتیں بوجہ شرم و حیا کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ سکتی تھیں اور نہ آپ ان کے سامنے بڑا بیان فرماتے تھے، وہ سب حضرت عائشہ صدیقہ کے ذریعے ہی خواتین اُمت کو معلوم ہوئے۔

عبادت اور سخاوت

حضرت عائشہ صدیقہ کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتیں (ابن سعد صفحہ ۲۸) ہر سال حج کرتیں۔ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا لَقِسَهُ سَبْعِينَ أَلْفًا وَانْهَارًا
لَتُرْقِعُ جِيبَ دِرْعِهَا
(حلیۃ الاولیاء ابو نعیم صفحہ ۲۴)

بے شک میں نے دیکھا کہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے ستر ہزار کی قمیص کی
خدا تعالیٰ نے اس میں تقسیم کر دی، حالانکہ وہ خود اپنی
قمیص کی جیب میں پیوند لگاتی تھیں۔

ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے رہنے کا مکان ایک لاکھ
میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھ فروخت کیا۔

تو امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا کو ایک لاکھ درہم بھجے، خدا کی قسم!

إِنَّ مَعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِمِائَةِ أَلْفٍ قَوْلًا

۱۔ اس کی تفصیل "سیرت عائشہ صدیقہ" مصنفہ سید سلیمان ندوی میں دیکھیں۔

مَا غَابَتِ الشَّمْسُ عَنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ
حَتَّى فَرَّقْتَهَا قَالَتْ مَوْلَاةٌ لَهَا لَوْ
اِشْتَرَيْتِ لَنَا مِنْ هَذِهِ الدَّرَاهِمِ
بِدِرْهَمٍ لَحْمًا فَقَالَتْ لَوْ قُلْتِ قَبْلَ
أَنْ اِفْرَقَهَا لَفَعَلْتُ -

(حلیۃ الاولیاء صفحہ ۲۹)

اسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے آپ
نے سب محتاجوں میں تقسیم کر دیئے، لونڈی
نے عرض کیا، اگر آپ ان درہموں میں سے
ایک درہم کا ہمارے لئے گوشت خرید
لیتیں؟ فرمایا اگر تو پہلے کہتی تو میں ضرور
ایک درہم رکھ لیتی۔

حضرت ام ذرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت
میں دو تھیلیاں بھیجیں جن میں ایک لاکھ درہم تھے، آپ نے ان کو ایک طبق میں رکھ لیا
اور آپ اس دن روزے سے تھیں۔

فَجَلَسَتْ تَقْسِمُ بَيْنِ النَّاسِ
فَأَمْسَتْ وَمَا عِنْدَهَا مِنْ ذَلِكَ
دِرْهَمٌ فَلَمَّا أَمْسَتْ قَالَتْ يَا جَارِيَةٌ
هَلَمِّي فِطْرِي فَجَاءَتْهَا بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ
فَقَالَتْ لَهَا أُمَّ ذَرَّةٌ أَمَا اسْتَطَعْتِ
مِمَّا قَسَمْتَ الْيَوْمَ أَنْ تَشْتَرِي لَنَا
لَحْمًا بِدِرْهَمٍ نَفْطِرُ عَلَيْهِ قَالَتْ
لَا تَعْنِفِينِي لَوْ كُنْتُ ذَكْرِيَّتِي لَفَعَلْتُ -

(حلیۃ الاولیاء صفحہ ۲۶)

پس آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع
کر دیا شام کے وقت آپ کے پاس
ان درہموں میں سے ایک بھی نہ تھا پھر فرمایا
میرے لئے افطاری لاؤ میں روٹی اور
زیتون کا تیل لے کر گئی اور کہا اُمّ المؤمنین!
کیا آپ ان درہموں میں سے تھوڑا سا گوشت
افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں؟ فرمایا
اب کچھ نہ کہو۔ اگر اس وقت یاد دلاتیں
تو میں ضرور منگوا لیتی

حضرت عبدالرحمن بن قاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک
ٹوکری انگوروں کی ہریہ آگئی۔ لونڈی نے آپ سے چھپا کر ان انگوروں میں سے کچھ الگ
رکھ لئے، آپ نے وہ سب انگوروں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کے وقت لونڈی نے
وہی انگور آپ کے آگے رکھے۔ آپ نے فرمایا، یہ کیا؟ لونڈی نے عرض کیا کہ میں نے
آپ کو بتائے بغیر ان میں کچھ الگ رکھ لئے تھے! فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا آكَلَتْ مِنْهُ شَيْئًا - خدا کی قسم! میں ان میں سے ایک دانہ بھی نہیں کھاؤں گا۔

ایک دن حسب معمول روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی ٹکے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک مسکین نے دروازے پر آکر سوال کیا۔ لونڈی سے فرمایا وہ روٹی اس سائل کو دے دو؟ لونڈی نے عرض کیا، شام کو افطاری کس چیز سے کریں گی! فرمایا تم یہ تو ابھی دے دو؟ لونڈی نے وہ روٹی سائل کو دے دی۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا پکا ہوا گوشت ہدیہ بھیجا۔ لونڈی سے فرمایا:

لَوِ اس میں سے کھاؤ، یہ تمہاری
كُلِّي مِنْ هَذَا خَيْرٌ مِنْ قُرْصِكَ - (موطا امام مالک صفحہ ۲۵۸)
روٹی سے بہتر (اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا ہے)
آپ کے آزاد کئے ہوئے غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے۔ دل میں بہت زیادہ خوف اور خشیت الہی تھی۔ نہایت رقیق القلب اور بہت رحم دل تھیں۔ آپ کی وفات ۷۱ رمضان المبارک ۵۱ھ میں نماز وتر کے بعد رات کے وقت ہوئی آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات ہی کو دفن کر دینا، صبح کا انتظار نہ کرنا۔ آپ کے جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ اہل مدینہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جب جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا تو عورتوں اور مردوں کا اس قدر اثر ہوا تھا کہ گویا روزِ عید کا ہجوم ہے لوگ زار و قطار روتے تھے گویا قیامت برپا تھی۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر فرمایا کہ عائشہ کے لئے جنت واجب ہے اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیاری تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جن کی ایک جھلک سطور بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے یہاں مقصود حضرت سیدہ اور آپ کے فضائل کا تقابل و توازن نہیں ہے، ہم غلام کہاں اس لائق کہ ان مقدس نفوس کے درمیان موازنہ و مقابلہ کریں۔ اگر ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں تو دوسری دنیا و آخرت

میں محبوب ترین بیوی ہیں۔ دونوں ہماری آقاہیں اور ہم دونوں کے ادنیٰ غلام ہیں ہمارا مقصد ان کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ عقیدت و محبت کی پیش کش ہے کہ اگر یہ ہدیہ قبول ہو جائے اور کفش برداروں میں حشر ہو جائے تو زہے نصیب۔

بر کر میا کار ہا دشوار نیست

نیز وہ لوگ جو ان کی بعض اجتہادی غلطیوں کو سامنے رکھ کر ان کی شان میں سخت گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے اور وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اپنی حیثیت پر نظر کریں اور یہ سوچ کر باز آجائیں کہ ہمارا مقام کیا ہے اور ہم کیسی کیسی مقدس ہستیوں کے خلاف زبان و قلم دراز کرتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

بعض نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برائی کرتے
ہوئے سنا تو میں نے اس کو نہ روکا۔ پس
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جو شخص
میری بیوی کو برا کہتا ہے تو اس کو کیوں
نہیں روکتا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
میں روکنے پر قادر نہیں تھا! آپ نے فرمایا
تو غلط کہتا ہے اور میری آنکھوں کی طرف انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ
کیا، پس میں جاگا تو میں اندھا ہو چکا تھا۔

قَالَ بَعْضُهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا
يَذْكُرُ عَائِشَةَ بِسُوءٍ فَلَمَّا أَنْكِرَ
عَلَيْهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لِمَ لَا تُنْكِرُ
إِلَيَّ مِنْ سَبِّ زَوْجَتِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا قَدَرْتُ فَقَالَ كَذَبْتَ وَأَوْ مَا
إِلَى عَيْنِي بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى فَاَسْتَيْقِظُ
وَهُوَ عَمِي (زبہ المجالس صفحہ ۱۳۸)



مسلمان خاتون سے

اسلام ہی وہ پہلا دین تھا۔ جس نے عورت کے حالات درست کر کے اُسے عزت کا مقام بخشا ورنہ اسلام سے پہلے عورت کی حالت نہایت مذموم اور المناک تھی۔ اسلام نے ہی تمدن میں عورت کو مساوات کا درجہ دیا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت و مرد ایک ہی خالق کی مخلوق اور ایک ہی صانع کی صنعت کاری کے شاہکار ہیں۔ ایک ہی مٹی کا خمیر اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ دونوں انسانیت کا جزو یعنی ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں۔ دونوں کا وجود نسل انسانی کی بقا اور افزائش کے لئے ضروری ہے۔ دونوں کی پیدائش اور پرورش و تربیت ایک ہی اصول اور قاعدے کے مطابق ہوتی ہے۔ دونوں پر حقوق اللہ اور حقوق العباد واجب ہیں۔ دونوں کے لئے نیکی و پرہیزگاری اور بدی و بدکاری کی جزا و سزا برابر ہے علیٰ ہذا القیاس! اس میں شبہ نہیں کہ ذات اور انسانیت کے اعتبار سے دونوں میں کامل مساوات ہے لیکن جہاں تک صفات، عادات، طبائع، عقول، استعداد اور درجات و مراتب کا تعلق ہے اس میں فطری، خلقی اور طبعی طور پر مساوات و برابری نہیں ہے۔ بعض امور میں عورتوں کو مردوں پر فوقیت دی گئی ہے اور بعض میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی گئی ہے تاکہ تناسب اور توازن قائم رہے۔

اگر خالق کائنات سب کو ایک جیسی صلاحیت۔ ایک جیسی قوت، ایک جیسی عقل، ایک جیسا فہم، ایک جیسی استعداد، ایک جیسا حسن و جمال ایک جیسا علم و عمل، ایک جیسا خلق و عادت اور ایک جیسا مال و دولت عطا فرمادیتا اور سب کو ہم درجہ و ہم رتبہ بنا

دیتا تو کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا اور نہ کوئی کسی کا کام کرتا تو یہ نظام کائنات کس طرح چلتا۔ اس لئے اس نے مختلف افراد کو مختلف صلاحیتیں اور جداگانہ قوتیں بخشی ہیں تاکہ یہ نظام کائنات قائم رہے اور ہر ایک اپنا اپنا کام کرتا رہے۔

اسی فطری قانون کے مطابق اس نے مرد و عورت کے درمیان مختلف خصوصیات پیدا کیں اور مختلف ذمہ داریاں ان کو سونپیں اور حکم دیا کہ دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں نے ایک دوسرے کے کام اور ذمہ داری میں دخل دیا تو یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہوگا۔ جس سے نظامِ فطرت زہم برہم ہو جائے گا اور معاشرہ تباہ ہوگا۔ آج کل کے بعض افراد جو اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہیں اور مغربی تہذیب تمدن کے دلدادہ و شیدا بنی ہیں، قانونِ فطرت کے خلاف یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ عورت کو ہر میدان میں مردوں کے برابر ہونا چاہیے۔ انہی لوگوں کی اس غلط اور تباہ کن تحریک کا نتیجہ ہے کہ آج بعض عورتیں فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہی ہیں جس سے ایک طرف خود عورت کی مخصوص حیثیت ختم ہو رہی ہے اور دوسری طرف معاشرے پر تباہ کن اثر ہو رہا ہے۔ عورتوں اور مردوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب قدرت نے ان کو مختلف اغراض و مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے تو ان کی بہتری اسی میں ہے کہ جس جس غرض کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور انہیں جو مخصوص اور فطری صلاحیتیں اور قوتیں بخشی گئی ہیں ان کو وہ صرف انہی اغراض و مقاصد کے لئے عمل میں لائیں اور ہر ایک اپنے آپ کو اپنے دائرے میں رکھے اور اس سے آگے نہ بڑھے۔ عورت مرد بننے اور مرد عورت بننے کی کوشش نہ کرے یعنی ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر لینے کی کوشش نہ کریں ورنہ وہ اپنی فطری اور خلقی صلاحیتوں سے محروم ہو جائیں گے اور اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھیں گے۔ ایک عورت اور ایک مرد کی سعادت اور بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرے میں رہیں یعنی عورت عورت رہے اور مرد مرد رہے۔ افسوس! کہ مرد عورت دونوں زندگی کی راہ میں افراط و تفریط کا شکار ہو رہے ہیں اور قدرت کی عطا کی ہوئی فضیلتوں اور خصوصیتوں سے ناجائز فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

مسلمان عورت کے لئے دعوتِ فکر

اے مسلمان خاتون!

خدا تعالیٰ نے تجھے کیا رتبہ عطا کیا ہے۔ تجھے حسن و جمال، عصمت و عفت، شرم و حیا کے زیور سے آراستہ کیا لیکن آج تو کلبوں اور ہوٹلوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ تجھے بے غیرت اور ہوس پرست لوگوں نے اپنی اغراضِ ملعونہ کی تکمیل کے لئے ایک کھلونا بنا رکھا ہے۔ تجھے کاروباری لوگوں نے اپنی اشیاء کے پروپیگنڈے اور فروخت کا اشتہار اور ذریعہ بنا رکھا ہے۔

اے مسلمان خاتون! یہ تیری شرم و حیا کا دامن چاک کرنے والے، تجھے اپنی ہوس کا کھلونا بنانے والے، تجھے کلبوں اور ہوٹلوں کی زینت بنانے والے، تجھے اپنی اشیاء کی فروخت کا ذریعہ بنانے والے، تیرے خیر خواہ نہیں بلکہ بدترین دشمن ہیں! انہوں نے تجھ سے تیرا مقام و مرتبہ چھین لیا ہے۔ تجھے عزت کے مقام سے گرا کر ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا ہے اور تیری دنیا و آخرت کو تباہ کر دیا ہے۔

اے مسلمان خاتون! تیری عزت، تیری قدر اسی میں ہے کہ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں بردار بن۔ سیدہ فاطمہ زہرا حضرت خدیجہ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مقدس سیرت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنا، ان کے نقش قدم پر چل۔ شرم و حیا کا مجسمہ، عفت و پاکدامنی، علم و عمل کا پیکر بن۔ فرائض و واجبات کی پابندی کر۔ اسلامی پردہ اختیار کر اور دونوں جہان میں عزت حاصل کر۔

اے مسلمان خاتون! تیرے خالق و مالک اللہ تعالیٰ جل شانہ اور تیرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا تعلیم دینی ہے اسے غور سے دیکھ اور اس پر عمل کر سن! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَفْضُلْنَ مِنْ

أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ

زِينَتَهُنَّ (نور ۲۴)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان والی بی بیوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (غیر محرموں کو) نہ دیکھا کریں اور اپنی عصمت کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت و آرائش (غیروں پر) ظاہر نہ کیا کریں۔

کیونکہ غیروں کو دیکھنا اور اپنا حسن، جوانی، زینت ان کو دکھانا فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ فرمایا:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ

الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (احزاب ۳۳)

یعنی اپنا حسن و جمال، زینت و آرائش لوگوں کو نہ دکھاتی پھرو۔ اگر ایسا کرو گی تو لوگوں کی نگاہیں تمہاری طرف اٹھیں گی اور تمہاری وضع و انداز سے لوگ تمہارے متعلق غلط گمان قائم کریں گے اور ہوس پرست لوگ تمہیں غلط کار سمجھ کر تمہارے پیچھے بڑ جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

وَلِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

وَلِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ

قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ قُلْ لِمَنْ ذَا جِبْتِكُمْ



شرفِ مردوں اور عورتوں کے اوصاف

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور
مومن مرد اور مومن عورتیں۔ فرماں برداری کرنے
والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں۔
سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں
صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔
عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں
صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات
کرنیوالی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے مرد اور شرم گاہوں
کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بہت زیادہ اللہ کا ذکر
کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنیوالی عورتیں اللہ تعالیٰ نے انکے لیے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کیا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنِينَ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ
وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ
وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ
وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ
وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ
اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً
وَآجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب ۳۵)

ایک مقام پر فرمایا :

مرد عورتوں پر محافظ و نگراں ہیں اس
لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے مردوں
کو عورتوں پر اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال
ان پر خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں فرمانبردار
ہوتی ہیں اور مردوں کی غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اللہ کی حفاظت سے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا
فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا
أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَإِذَا صَلَّحْتَ قِنْتِ
حَفِظْتَ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ط



ارشادات نبوی

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دُنیا کی نعمتوں میں سے کوئی چیز نیک
بیوی سے افضل نہیں ہے۔

لَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ مِثْلُ الْمَرْءِ
الصَّالِحَةِ (ابن ماجہ شریف)

دُنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک
بیوی ہے۔

خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْءَةُ
الصَّالِحَةُ (نسائی شریف)

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت
کو دیکھ کر اس کے حسن سے متاثر ہو تو چاہیے
کہ وہ اپنی بیوی کے پاس چلا جائے کیونکہ

إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ
فَلِيَّاتِ أَهْلِهَا فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي
مَعَهَا (ترمذی شریف)

اس کے پاس بھی وہی کچھ ہی ہے جو اس کے پاس تھا۔

جب عورت اپنے شوہر سے اجتناب
کرتے ہوئے الگ الگ گزارتی ہے تو فرشتے

إِذَا بَاتَتِ الْمَرْءَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ
زَوْجِهَا لَعْنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ

اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ (خاوند کی طرف) لوٹے۔ (بخاری شریف)

عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس
کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

لَا تَصُومُ الْمَرْءَةُ وَبِعْلِهَا شَاهِدٌ
إِلَّا بِإِذْنِهِ (بخاری شریف)

بلاشبہ اللہ نے تمہیں اس بات کی
رخصت دی ہے کہ تم اپنی حاجتوں کے واسطے
گھر سے نکل سکتی ہو۔

قَدْ آذَنَ اللهُ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجِينَ
لِحَوَائِكُنَّ (بخاری شریف)

جب عورت اپنے شوہر کی مرضی
کے خلاف اپنے گھر سے نکلتی ہے تو آسمان

إِذَا خَرَجَتِ الْمَرْءَةُ مِنْ بَيْتِهَا
وَزَوْجُهَا كَارَهُ لَعْنَهَا كَلَّمَكَ فِي

کاہر فرشتہ اور جن وانس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے اس پر لعنت بھیجتی ہے جب تک واپس نہ آجائے

جو عورت خوشبو وغیرہ سے معطر ہو کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ لوگ اس کی خوشبو پائیں وہ زانیہ ہے اور ہر وہ آنکھ جو اس کو دیکھے زنا کار ہے۔

کسی مسلمان عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ بغیر محرم آدمی کے ایک رات کا بھی سفر کرے۔

ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر غیر موجود ہیں کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ یعنی اس کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوتا ہے۔

خبردار! عورتوں کے پاس زیادہ آدورفت سے بچو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دیور اور جیٹھ کے بارے میں کیا ارشاد ہے، فرمایا وہ تو موت ہے یعنی اس کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کیونکہ فتنے کا زیادہ احتمال ہے۔ اس لیے کہ اکثر دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں ہوتا اور دونوں میں دل لگی اور مذاق وغیرہ بھی ہو جاتا ہے۔

السَّمَاءِ وَكُلِّ شَيْءٍ مَرَّتْ عَلَيْهِ غَيْرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ حَتَّى تَرْجِعَ (كشف الغم)

أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا رِيحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَكُلَّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ (نسائي شريف)

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِثْلِهَا (ابوداؤد شريف)

لَا تَلْبَسُوا عَلَى الْمُغِيَّبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدِّمِّ (ترمذی شريف)

لَا يَخْلُونَ رَجُلًا بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ تَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ (ترمذی شريف)

إِيَّاكُمْ وَالذُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الْحَمُوقَالَ الْحَمُومُ الْمَوْتُ (بخاری و مسلم)

جو شخص کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو چھونے گا جس کے ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو۔ قیامت کے دن اس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے گا۔

مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةً لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ وَضَعَ عَلَى كَفِّهِ جَمْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (تکملہ فتح القدير)
رکھا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سونے ٹھونک دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوتے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمَخِيطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ (طبرانی - بیہقی)

آج کل کے گمراہ بے غیرت اور ہوس پرست مرد و زن جو کفار کی اندھی تقلید کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ غیر محرم ہونے کے باوجود کمر میں ہاتھ ڈالے رقص اور ڈانس وغیرہ، وہ بلاشبہ آخرت میں عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں کہ اتنے میں عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا صحابی تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو ام سلمہ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ ہمیں نہیں دیکھیں گے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور کیا تم بھی ان کو نہیں دیکھو گی۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يَبْصُرُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْعَمِيَا وَإِنِ انْتَمَا السَّمَاءُ تُبْصِرَانِهِ (احمد ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ :-

فضل بن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ

كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ امْرَأَةً مِنْ
خَشَعَةٍ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا
وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَهُ الْفَضْلَ إِلَى
الشَّقِ الْأَخِيرِ (بخاری شریف صفحہ ۲۵۰)

کو دوسری طرف پھیر دیا۔

وَسَلَّمَ كَيْ سَمِعَ سَوَارِيَّ بِسَوَارَتِهِ - اِيك
عُورَتٍ قَبِيلَةَ خَثْعَمَ كِي آتَى - حَضْرَتِ فَضْلِ اس
عُورَتِ كِي طَرَفِ دِيكْهَتِي تَهِي اُورُوهُ عُورَتِ
ان كِي طَرَفِ دِيكْهَتِي تَهِي ، تُوْنَبِي كَرِيْمِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي حَضْرَتِ فَضْلِ كِي چِهْرِي
كُو دوسري طرف پھير ديا۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرف اور مردوں کو عورتوں

کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَعْنُ اللَّهِ الْتَاظِرَ وَالْمَنْظُورَ
إِلَيْهِ - (مشکوٰۃ)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِي فَرَمَا يَا اللَّهُ كِي لَعْنَتِ هُو دِيكْهِنِي وَالِي
پَر اُور اس پَر سِي كِي طَرَفِ نَظَرِ كِي كَسِي۔

یعنی جب دیکھنے والا بلا عذر قصد دیکھے اور دوسرا اپنے کو بلا عذر قصد دکھائے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ
الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ
وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ
وَاحِدٍ وَلَا تَفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ
فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ (مسلم شریف)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِي فَرَمَا يَا كُوْنِي مَرْدُ دُوسرِي مَرْدِ كِي سَتَرِ
كِي جگہ كُوْنِي دِيكْھِي اُور نِي كُوْنِي عُورَتِ دُوسرِي
عُورَتِ كِي مَقَامِ سَتَرِ كُو دِيكْھِي اُور نِي كُوْنِي مَرْدِ
دُوسرِي مَرْدِ كِي سَاتھِ اِيك كِي پَرِي مِي نِي گَا
سُوتِي اُور نِي كُوْنِي عُورَتِ دُوسرِي عُورَتِ
كِي سَاتھِ اِيك كِي پَرِي مِي نِي گِي سُوٹِي۔

چنانچہ فرمایا :-

الْعَيْنَانِ تَنْبِيَانِ وَزِنَاهُمَا
النَّظَرُ وَالْيَدَانِ تَنْبِيَانِ وَزِنَاهُمَا
الْبَطْنُ وَالرِّجْلَانِ تَنْبِيَانِ وَزِنَاهُمَا

آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا
نظر کرنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا
زنا کرنا ہے۔ پاؤں زنا کرتے ہیں ان کا

زنا چل کے جانا ہے۔ زبان کا زنا باتیں کرنا ہے۔ دل کا زنا خواہش کرنا ہے آخر میں شرم گاہ یا تو ان سب کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔

الْمَشَىٰ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمُنْطِقِ وَالنَّفْسِ
تَمَنَّىٰ وَتَشْتَهَىٰ وَالْفَرْجِ يُصَدِّقُ
ذَلِكَ كُلَّهُ وَيَكْذِبُهُ۔

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بغیر ان کے شوہروں کی اجازت کے باجیت کی جائے۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ تُكَلِّمَ النِّسَاءَ إِلَّا بِإِذْنِ
أَزْوَاجِهِنَّ (طبرانی فی البکیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے تو بے شک ان لوگوں کو حلال ہے کہ اس شخص کی آنکھ پھوڑ دیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ أَطْلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بَغِيرِ
إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْضَوْا
عَيْنَهُ (مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی تنگی ہی رہیں گی اور دوسروں کو اپنے اوپر آمل کرنے والی اور خود بھی دوسروں پر مال ہونے والی، ان کے سر اونٹوں کے خمدار کو ہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَأَسِيَّاتِ عَارِيَّاتٍ
مَمِثَلَاتٍ مَائِلَاتٍ رَعُوسُهُنَّ
كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ
الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا۔ (مسلم شریف)

آج کل کی وہ عورتیں جو باریک کپڑے پہنتی ہیں، جن سے بدن جھلکتا ہے یا نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں جس سے پورے بازو، سر، گردن، نصف چھاتی اور کمر وغیرہ تنگی رہتی ہے یا اتنا تنگ لباس پہنتی ہیں جس سے جسم کی پوری ساخت نظر آتی ہے اور جو اپنے سروں

کے بالوں کو اونٹوں کے خم دار کوہان بناتی ہیں وہ اس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبق حاصل کریں اور اپنے بالوں کو اس طرح بنانا چھوڑ دیں اور جنہم کی مستحق نہ ہوں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی لعنت ہو
وَالْوَأَشِمَّةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ - (بخاری مسلم)
اپنے بالوں میں دوسری چیز کے بال ملنے والی پر اور اس کے جوڑواتے اور گودنے والی اور گودولنے والی پر۔

اس حدیث میں ان عورتوں کو ملعون فرمایا جو بازار وغیرہ سے مصنوعی بال حاصل کر کے اپنے بالوں سے ملا لیتی ہیں اور اپنے بالوں کو بڑا ظاہر کرتی ہیں اور وہ جو گودواتی ہیں یعنی اپنے منہ پر پیشانی میں یا رخساروں یا تھوڑی میں یا ہاتھوں میں یا ان سب جگہ ایک مشین کے ذریعے سے رنگ بھر لیتی ہیں جو دائمی طور پر جلد میں قائم ہو جاتا ہے۔

مسلمان خواتین اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی سے سبق حاصل کریں اور لعنت کی مستحق ہونے سے بچیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت بنائیں۔

آج کل کی وہ لڑکیاں جو لڑکوں کی اور لڑکے جو لڑکیوں کی مشابہت اختیار کر رہے ہیں وہ بلا شک و شبہ اس لعنت کے مورد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے آمین۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس الرجل (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنتی ہیں۔

اسی طرح اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو مردانہ جوتا پہنتی ہے۔
 اسلامی تعلیم یہ ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کی وضع اختیار نہ کریں اور وہ
 تمام باتیں جن سے ان میں امتیاز ہوتا ہے۔ ان کو باقی رکھنا نہایت ضروری ہے۔
 یقین جانیئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات ہمارے
 ہی لیے ہیں اور ان کی پیروی ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ آج کے ہمارے معاشرے میں
 جو خرابیاں جڑ پکڑ رہی ہیں اور جو جرائم رونما ہو رہے ہیں ان کی بنیاد فطرت سے بغاوت
 اور احکاماتِ خدائی سے انحراف ہے۔ اسی سبب بے سکونی اور بد امنی کی شکایت بڑھ
 رہی ہے۔ کوئی محکمہ، ادارہ، تنظیم، جماعت کوئی معاشرہ اور ملک اس وقت تک کامیاب
 نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ وہ نظام اور ضابطے کی پابندی نہ کرے
 اسلامی قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی کر کے ہم شاید اپنے لیے چھوٹی تسلی اور بہلاوے
 کا سامان تو کر سکتے ہیں مگر کامیابی اور ترقی حاصل نہیں کر سکتے۔ صرف کلر طیبہ پڑھ لینا
 ہی مسلمانی نہیں ہے بلکہ اس کلمے کو پڑھ کر ہم اللہ اور اس کے رسول کے پابند ہو جاتے
 ہیں اور جو ایسا نہیں سمجھتا یا کتاب و سنت کی پابندی نہیں کرتا یقیناً وہ اپنے ایمانی دعوے
 میں سچا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی و بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور اپنے
 پیاروں کی پیروی کی سچی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
 واخذ دعوتنا الحمد لله رب العالمین۔

بندہ محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہ

کراچی



خطیب پاکستان اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع الرحمن دہلوی کی تصانیف

انگریزی و عربی کاؤسز

تفسیر

ذکر جمیل

مسلمان خاتون

درس توحید

ذکر حسین (ع)

اخلاق و اعمال شریف

برکات میلاد

راہِ حقیت

مقالات و کاؤسز

زوالِ عبادت

راہِ حق

میلاد شریف

مسلمہ یا خضاب

نماز مستحکم

جماد و قتال

مسئلہ طلاق ثلاثہ

اما ایک بی بی

جھگڑے کا فاترہ

انوار رسالہ

شاہِ کربلا

نجوم الہی

تعارف علماء دین

سینکڑوں کے

ضیاءِ قرآن علیٰ کونینہ

خطیب پاکستان اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع الرحمن دہلوی کی تصانیف

انگریزی و عربی کا لکھنا

تفسیر

ذکر جمیل

مسلمان خاتون

درس توحید

ذکر حسین (ع)

اخلاق و اعمال شریف

برکات میلاد

راہِ حقیت

مقالات و کاوی

زوالِ عبادت

راہِ حق

میلاد شریف

مسلمی احکام

نماز مستحکم

جماد و قتال

مسئلہ طلاق ثلاثہ

اماں کا پیڑا

جھگڑے کا فاتر

انوار رسالت

شاہِ کربلا

نجات الہیہ

تعارف علماء دین

سینکڑوں کے

ضیاءِ قرآن علیٰ کونین